ہفت روزہ

10/6

خدام الدین
لاہور

بیادگار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

یکم صفر المظفر سنہ ۱۳۸۲ھ
۱۲ جون سنہ ۱۹۶۲ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

رونے پیٹنے سے میت پر عذاب

اَلْمَیِّتُ یُعَذَّبُ فِیْ قَبْرِہٖ بِمَا نِیْحَ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ مَا نِیْحَ عَلَیْہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (متفق علیہ)

ارشاد :- نوحہ کرنے سے مردے پر قبر میں عذاب ہوتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ نوحہ (رونے پیٹنے) کی وجہ سے قیامت میں عذاب ہوگا

نوحہ چھوڑو ورنہ پچھتاؤ گے

لَیْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُیُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَۃِ الْجَاہِلِیَّۃِ (بخاری مسلم)

ارشاد :- جو شخص مصیبت میں منہ نوچے اور گریبان پھاڑے اور کفریہ کلمات زبان سے نکالے وہ ہم میں سے نہیں

نوحہ سے توبہ کرو ورنہ جہنم میں جاؤ گے

اَلنَّائِحَۃُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِہَا تُقَامُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَعَلَیْہَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ (مسلم)

ارشاد :- نوحہ کرنے والی اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن جب اس کو قبر سے اٹھایا جائے گا تو اس پر جہنم کا لباس ہوگا

نوحہ کرنے والے جنازہ کے ساتھ نہ جاؤ

نَہٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ تُتْبَعَ جَنَازَۃٌ مَعَہَا رَانَّۃٌ (ابن ماجہ)

ارشاد :- حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور آقائے محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنازے کے ساتھ جانے سے منع فرمایا جس کے ساتھ نوحہ و بکا ہو رہا ہو۔

ذاکر زندہ ، غافل مردہ

مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ

ارشاد :- اس شخص کی مثال جو اپنے رب تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور جو نہیں کرتا زندہ و مردہ کی سی ہے۔

طلاق حلال مگر ناپسند ہے

اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ الطَّلَاقُ (ابن ماجہ)

ارشاد :- سب حلال چیزوں میں طلاق اللہ تعالیٰ کو نہایت ہی ناپسند ہے

نجومی کے پاس نہ جاؤ

مَنْ اَتٰی عَرَّافًا فَسَاَلَہٗ عَنْ شَیْءٍ فَصَدَّقَہٗ لَمْ تُقْبَلْ لَہٗ صَلٰوۃُ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا (مسلم)

ارشاد :- جو شخص (رمال نجومی) کے پاس جائے اور اس سے کچھ پوچھ کر اس کو سچا کہے تو اس کی چالیس دن رات کی نمازیں قبول نہیں کی جاتیں۔

اللہ کی قسم کھاؤ

فَمَنْ کَانَ حَالِفًا فَلَا یَحْلِفْ اِلَّا بِاللّٰہِ اَوْ لِیَسْکُتْ (بخاری)

ارشاد :- جس کو قسم کھانے کی ضرورت ہو وہ صرف اللہ تعالیٰ کی کھائے ورنہ خاموش رہے اور قسم نہ کھائے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی قسم نہ کھاؤ

لَا تَحْلِفُوْا بِالطَّوَاغِیْ وَلَا بِاٰبَائِکُمْ (مسلم)

ارشاد :- اپنے بتوں (معبودانِ باطل) کی اور اپنے باپ دادا کی قسمیں نہ کھاؤ

مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰہِ فَقَدْ کَفَرَ اَوْ اَشْرَکَ (ترمذی)

ارشاد :- جس نے اللہ کے سوا کسی دوسرے کی قسم کھائی وہ کافر و مشرک ہو جاتا ہے۔

نذر خلاف شرع پوری نہ کرو

مَنْ نَذَرَ اَنْ یُّطِیْعَ اللّٰہَ فَلْیُطِعْہُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ یَّعْصِیَ اللّٰہَ فَلَا یَعْصِہٖ

ارشاد :- جو شخص اللہ کی فرمانبرداری کی (شرع کے مطابق) نذر مانے اس کو چاہیئے کہ پوری کردے اور جو نافرمانی کی (خلاف شرع نذر) مانے اس کو چاہیئے کہ نافرمانی نہ کرے (یعنی پوری نہ کرے۔

اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہ کرو

لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ (بخاری و مسلم)

ارشاد :- اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کا کہنا نہ مانو۔

۲- لَا طَاعَۃَ فِیْ مَعْصِیَۃِ اللّٰہِ اِنَّمَا الطَّاعَۃُ فِی الْمَعْرُوْفِ (بخاری مسلم)

ارشاد :- جس کام میں خدا ناراض ہوتا ہو اس میں کسی کا کہنا نہ مانو۔ کہنا تو نیک بات میں مانا جاتا ہے۔

سب سے برا آدمی

اِنَّ اَبْغَضَ النَّاسِ اِلَی اللّٰہِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ

ارشاد :- اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام آدمیوں میں سے برا جھگڑالو لڑاکا ہے (مسلم)

تاش شطرنج چوپڑ وغیرہ حرام ہے

مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدَشِیْرِ فَہُوَ کَمَنْ غَمَسَ یَدَہٗ فِیْ لَحْمِ الْخِنْزِیْرِ وَدَمِہٖ

ارشاد :- جو شخص شطرنج چوپڑ وغیرہ کھیلتا ہے وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور خون میں آلودہ کیا۔

ارشاد :- لَا یَلْعَبُ بِالشِّطْرَنْجِ اِلَّا خَاطِیٌٔ ـ

ترجمہ : شطرنج سے صرف گنہگار لوگ ہی کھیلتے ہیں

جوا ، طبلہ ، شراب حرام

نَہٰی عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَالْکُوْبَۃِ وَالْغُبَیْرَاءِ ـ

ارشاد :- حضور آقائے محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے (۱) شراب پینے (۲) جوا کھیلنے اور طبلہ بجانے سے منع کیا۔

شطرنج بھی جوا ہے

اَلشِّطْرَنْجُ مَیْسِرُ الْاَعَاجِمِ (بیہقی)

ارشاد :- شطرنج عجمیوں کا جوا ہے۔

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
فون نمبر
۶۷۵۴۵



سالانہ چندہ
۱۱ روپے
ششماہی چندہ
۶ روپے

جلد ۱۰ | یکم صفر المظفر سنہ ۱۳۸۴ھ بمطابق ۱۲ جون سنہ ۱۹۶۴ء | شمارہ ۶

"دیوار ہم گوش دارد"

یہ مثل کہ "دیوار ہم گوش دارد" عرصہ دراز سے مشہور ہے لیکن اس کا عملی ثبوت پچھلے دنوں ماسکو کے امریکی سفارتخانہ کی دیواروں نے مہیا کیا ابھی چند دن گزرے ہیں امریکی سفارت خانہ نے اعلان کیا تھا کہ ماسکو کے امریکی سفارت خانے کی دیواروں میں مائکرو فون کا ایک جال پایا گیا ہے۔ اس راز کا پتہ یوں چلا کہ امریکی سفارت خانہ کے کارپردازوں کو شبہ ہوا کہ ان کے راز فاش ہو رہے ہیں اور روسی حکومت تک پہنچ رہے ہیں۔ اس شبہ کی بنا پر انہوں نے عمارت کے ایک حصہ کو گرا کر دیکھا تو تین چار منزلوں کی دیواروں میں چالیس ۴۰ مائکروفون کام کرتے ہوئے پائے گئے جو امریکی سفارت خانے کی تمام خبریں روسی حکام تک پہنچاتے تھے چنانچہ اس صورت حال کے پیش نظر امریکی حکام اس بات کا اندازہ لگا رہے ہیں کہ اب تک ان کے کتنے راز افشاء ہوئے۔ اگرچہ ان مائکروفونوں کا امریکی سفارت خانے کو علم نہ تھا پھر بھی احتیاطاً وہ جب کوئی گفتگو ماسکو سے کرتے تو یہ سمجھ کر کرتے تھے کہ عمارت سے جاسوسی ہو رہی ہے لیکن اس کے باوجود لاعلمی میں کچھ رازوں کا افشاء ضرور ہوا ہوگا اس سے قبل بھی ایک واقعہ اسی قسم کا پیش آچکا ہے سنہ ۵۲ء میں امریکی سفیر کو تحفہ میں ایک مہر پیش کی گئی تھی جو دراصل سننے کا ایک آلہ تھی۔ اس کا انکشاف ہونے پر بھی اُس وقت تعجب کا اظہار کیا گیا تھا مگر یہ واقعہ امریکی حکام کے خیال میں اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے اور ہمارے خیال میں یہ واقعی کمال ہے کہ امریکی سفارت خانہ کی دیواروں میں ایک نہ دو، پورے چالیس مائکروفون چھپے ہوئے پائے گئے، ظاہر ہے سفارت خانہ میں جو گفتگو بھی ہوتی ہوگی وہ ان آلات کے ذریعہ روسی محکمۂ جاسوسی کے کنٹرول روم میں ضرور سُنی جاتی ہوگی اور روس پر امریکہ کے بہت سے راز افشاء ہو گئے ہوں گے۔

داد دینی چاہیئے روس کو کہ امریکہ کے دل کی بات معلوم کرتا رہا لیکن کیا دوسری طرف امریکہ نے روسی سفارت خانہ میں راز معلوم کرنے کے لئے کوئی ایسا انتظام نہ کر رکھا ہوگا؟ یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ ہماری تجویز ہے کہ "دیوار ہم گوش دارد" کی مثل کو سامنے رکھ کر سفارت خانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے کمروں میں اشاروں سے بات چیت کیا کریں اور جب زور سے بولیں تو غلط بات بیان کیا کریں تاکہ حریف ملک دھوکہ میں مبتلا ہو، گمراہ ہوتا رہے اور غلط گفتگو سے غلط نتائج پر پہنچے۔ حکومتوں کو چاہیئے کہ سفارتی آداب میں جھوٹ بولنے اور فریب دینے کی بھی مشق کرایا کریں تاکہ تہذیب نو کے کمال تک پہنچنے میں کوئی کسر باقی نہ رہے۔

مسئلہ اصلاح اولاد

غازی خدا بخش

آج سے قریبًا چودہ سو سال پہلے مخبر صادق حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے حق الیقین پر مبنی خبر بتادی کلکم راعٍ وکلکم مسئول عن رعیتہٖ داؤ کما قال، تم میں سے ہر ایک بادشاہ ہے اور اپنی رعیت متعلق پوچھا جائے گا۔

ہر شخص جو صاحب اولاد ہے یقینًا اس سے اولاد کے متعلق بازپرس ہوگی کہ تم نے اولاد کو کس ڈگر پر ڈالا۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو ہر انجام میں والد کو شب و روز عجیب خلجان و پیچ و تاب میں مبتلا رکھتا ہے وہ ہر لمحہ دیکھتا ہے کہ میری اولاد بے راہ روی کی شاہراہ پر جا رہی ہے وہ اسے راہِ راست پر لانے کی ہر گھڑی سعی و کوشش پر غور و فکر کرتا ہے لیکن وہ اپنے تئیں ناکام و نامراد پاتا ہے وہ آخر یاس و قنوط کی منزل تک پہنچ جاتا ہے اور اس کا ذہن خاندانی منصوبہ بندی اور عائلی قانون کے غلط اور سراسر غلط تخیل کی طرف راہنمائی کرتا ہے حیطۂ حیرت میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ غرقاب ہے کہ مستقبل میں جو کچھ ہوگا اس کے لئے تو تائب ہوں لیکن ماضی میں جو کچھ ہوا اس پر چشم گریاں اور سینہ بریاں کب تک رہوں گا۔

وہ شریعت کی روشنی میں جانتا ہے کہ میں کسی فعل شنیع کا مرتکب نہیں ہوا مشیت ایزدی کو جو منظور تھا وہ ہو کر رہا لیکن اس وقت ماحول کی تاریکی میں کوئی اصلاح کارگر نظر نہیں آتی ہر آن اور ہر حین اولاد کو راہ راست دکھاتا ہے لیکن اولاد قعر مذلت میں دھنستی چلی جاتی ہے وہ سمجھتا ہے کہ آغوش مادر اطفال کی اصلاح کا مکتب اولین تھا لیکن وہ زمانہ گزر گیا اب اولاد کی نشست و برخاست کوچہ و بازار میں ہے یا سکول میں اپنے ہمنشینوں کے ساتھ ہے جو گم گشتہ راہ ہیں ان کے کھیل ہیں تو جسمانی قویٰ کو مضمحل کئے جاتے ہیں ان کا مطالعہ ہے تو مخرب اخلاق ناول ہیں ان کی سیر ہے تو سینماؤں کی چار دیواری تک۔ جہاں ہر رات نئے ہیرو اور ہیروئن کی تعیش بھری زندگی سے وہ اپنے جذباتِ صحیحہ کو کچل رہے ہیں وہ ہر صبح پژمردہ جذبات کے ساتھ اپنے ساتھیوں سے ملاقی ہوتے ہیں اور پہروں گزشتہ رات کی فلم کی حسرت بھری داستان کو دہراتے رہتے ہیں اسی روش پر ان کا سال اختتام پذیر ہو جاتا ہے اور امتحان کی کامیابی کے لئے تمام ناجائز ذرائع سوچتے ہیں

ایک متوسط الحال باپ دیکھتا ہے کہ امتحان کی ناکامی پر اولاد کا ایک سال ہی ضائع نہیں ہوا بلکہ اس کے گاڑھے پسینے کی کافی کمائی رائیگاں گئی ہے، بیوی جو زندگی

باقی پر صـ۱

مجلس ذکر ۲۲ محرم الحرام سنہ ۱۳۸۴ھ ۵ جون سنہ ۱۹۶۴ء

اکٹھے مل کر ذکر اللہ کرنا بدعت نہیں

حضرت مولانا عبید اللہ انور مد ظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد!

گزشتہ جمعرات کو عشاء کی نماز کے بعد ایک صاحب نے جو کہ اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے ہیں۔ مجلس ذکر پر اعتراض کیا تھا۔ کہ اس طرح مجلس ذکر منعقد کرنا اور ذکر جہر کرنا بدعت ہے۔ میں نے انہیں قرآن و حدیث سے دلائل دے کر بہت سمجھایا لیکن چونکہ وہ کم علم تھے اس لئے اپنی ضد پر اڑے رہے۔

بدعت کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی نئی چیز اسلام میں رائج کی جائے اور پھر اسے ساری امت پر لازم قرار دیا جائے اور جو نہ کرے اُسے مطعون عذاب سمجھا جائے قرآن مجید اور احادیث میں ذکر اللہ کرنے کی بے حد تلقین ہے اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہم آسانی کے لئے ہفتہ میں ایک دن جمع ہو کر اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے ذکر اللہ کرتے ہیں، جو مسلمان مجلس ذکر میں شامل نہیں ہوتے اگر وہ اپنے فرائض علیحدہ سرانجام دیتے ہیں۔ تو ہم انہیں پکا مسلمان سمجھتے ہیں۔ ذکر جہر اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ شیطانی وساوس و خطرات دور ہو جائیں۔ لیکن اتنی اونچی آواز میں۔ نہیں جس سے خود اور دوسروں کو تکلیف ہو گورنمنٹ کالج لاہور کے پروفیسر مولانا کریم بخش صاحب مرحوم نے بھی ایک مرتبہ مجلس ذکر پر اعتراض کیا تھا کہ یہ حدیث سے کہاں ثابت ہے۔

لا الٰہ الا اللہ ۔ الا اللہ ۔ اللہ اللہ ھو کی دس دس تسبیح پڑھی جائے تو حضرت مدنیؒ کو جب پتہ چلا تو انہوں نے فرمایا۔ کہ ان بیچارے کو کیا پتہ۔ یہ تو روحانی طبیب ہی جانتا ہے۔ کہ مریض کے لئے کونسی چیز مفید ہے اور کون سی مضر۔

جسمانی ڈاکٹر اور طبیب ہی جانتا ہے کہ مریض کو پلاؤ مفید ہے یا مضر۔ اسے کون سا پھل کھانا چاہیئے۔ کیا کیا پرہیز کرنے چاہئیں۔ اسی طرح اللہ والے روحانی ڈاکٹر ہی بہتر جانتے ہیں کہ روحانی مریض کے لئے کونسی غذا بہتر ہے بعض کے لئے کثرت ذکر اللہ اور بعض کے لئے کثرت نوافل مفید ہوتا ہے۔

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آفتاب ہدایت کی مانند تھے۔ جو آپؐ کی صحبت میں گیا سب روحانی امراض اور گندگیوں سے پاک ہو گیا۔ آج آفتاب غروب ہو چکا ہے۔ روشنی کے لئے چراغ جلانے کی ضرورت ہے۔ اسی لئے بزرگان دین مختلف قسم کے چراغ جلائے ہوئے ہیں۔ سب کا مقصد ہدایت کی روشنی حاصل کرنا ہے صحابہ کرامؓ کو عربی زبان سیکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ انہیں صرف و نحو پڑھنے کے لئے مدارس میں جانا نہیں پڑتا تھا۔

آج جب تک ہم عربی زبان نہیں سیکھیں گے۔ صرف و نحو باقاعدہ کسی استاد سے نہیں پڑھیں گے۔ قرآن کو نہیں سمجھ سکتے۔ جب آج کل عربی زبان سیکھنے کے لئے صرف و نحو پڑھنا بدعت نہیں ہے اسی طرح اصلاح حال کے لئے اللہ والوں کے بتائے ہوئے طریقے سے ذکر اذکار کرنا اللہ کی عبادت کرنا یہ کیسے بدعت ہو سکتا ہے۔

جب ذکر اللہ کی مجالس میں اللہ اور اللہ کے رسول کی تعلیم دی جاتی ہو۔ ذکر اللہ سے عبادت کا شوق بڑھتا ہو۔ سکون قلب میسر ہوتا ہے تو وہ مجالس کیسے بدعت ہو سکتی ہیں آج شیطان نے غلط راہ پر چلا دیا ہے۔ لوگ غلط کام کرنے والوں کو مطعون نہیں کرتے۔ کبھی چکلے، سینما کے لئے خلاف محاذ قائم نہیں کیا۔ بازاروں میں محفلیں منعقد کر کے گپیں مار کر وقت ضائع کرنے والوں کو کبھی کسی نے کچھ نہیں کہا لیکن جو اللہ کے ذکر کے لئے جمع ہوتے ہیں اللہ تعالےٰ کو خوش کرتے ہیں ان کو منع کیا جاتا ہے ان پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ کیوں اکٹھے مل کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ذکر اللہ کی ضرورت کے لئے مستقل ایک باب لکھا ہے۔ ہمارے بزرگان دین حضرت گنگوہیؒ، حضرت مدنی رح حضرت تھانوی رح حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ وغیرہ سب اکابرین ذکر اللہ کرتے تھے اور دوسروں کو کرنے کا حکم فرماتے تھے یہ بزرگان دین ساری عمر کفر و شرک اور بدعات کے خلاف جنگ کرتے رہے۔ ساری قوم کو اپنا دشمن بنایا کیا وہ غلط کام کرتے تھے؟ اعتراض کرنے والے کچھ عقل و ہوش سے کام لیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ اللہ والوں کے رنگ میں کئی بہروپیے بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ جو اس طریقے سے لوگوں کے ایمانوں کو خراب کرتے ہیں۔ لیکن میں یہ پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی ڈاکٹر غلط کام کرنے لگ جائے۔ یا کوئی تھانیدار خود بدمعاشیاں کرنے لگ جائے۔ تو کیا ڈاکٹری کا پیشہ اور تھانیداری کا پیشہ ختم کر دیا جائے گا کہ سارے ڈاکٹر اور سارے تھانیدار اسی قسم کے ہیں۔ چند غلط قسم کے آدمیوں کی وجہ سے باقی اللہ والوں اور ذکر اللہ کرنے والوں کو غلط سمجھنا بہت بڑی بے وقوفی ہے اگر آپ بدعت کا مفہوم یہ سمجھتے ہیں کہ جو چیز حضورؐ کے زمانے میں نہیں تھی وہ بدعت ہے تو مسجدیں پکی بنانا موٹر گاڑی میں سفر کرنا بھی بدعت ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ آپ کا وجود ہی بدعت ہے کیونکہ آپ حضورؐ کے زمانے میں موجود نہ تھے

اگر اعتراض کرنے والے کسی عالم ربانی سے قرآن و حدیث پڑھیں۔ تو انشاء اللہ وہ کبھی اس ذکر اللہ کے طریقے میں غلطی نہیں پائیں گے۔ ہم ذکر اللہ رضائے الٰہی اور اصلاح حال کے لئے کرتے ہیں۔ جس طرح حج کو جانے کے لئے مختلف راستوں سے مکہ جاتے ہیں۔ کوئی بحری جہاز اور کوئی ہوائی جہاز اور کوئی اونٹوں گاڑیوں پر جاتے ہیں۔ جس طرح جسم کو چھپانے کے لئے مختلف قسم کے لباس

ص ۱۸

خطبہ جمعہ ۲۳ محرم الحرام ۱۳۸۴ھ　۵ جون ۱۹۶۴ء

دِل کی صفائی کرنے کا نام تصوّف ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

بے شک اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں سے قریب ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝

بے شک اللہ ان کے ساتھ ہے جو متقی ہیں اور جو احسان کرتے ہیں۔

ایک اور جگہ یوں ارشاد ہوتا ہے:۔

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ط وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

اور جنہوں نے ہمارے لئے کوشش کی ہم انہیں ضرور اپنی راہیں سمجھا دیں گے اور بے شک اللہ نیکو کاروں (احسان کرنے والوں) کے ساتھ ہے

حاشیہ شیخ الاسلام

یعنی جو لوگ اللہ کے واسطے محنت اٹھاتے اور سختیاں جھیلتے ہیں اور طرح طرح کے مجاہدات میں سرگرم رہتے ہیں اللہ تعالےٰ ان کو ایک خاص نور بصیرت عطا فرماتا اور اپنے قرب ورضا یا جنت کی راہیں سمجھاتا ہے۔ جوں جوں وہ ریاضات ومجاہدات میں ترقی کرتے ہیں اسی قدر ان کی معرفت وانکشاف کا درجہ بلند ہوتا جاتا ہے اور وہ باتیں سوجھنے لگتی ہیں کہ دوسروں کو ان کا احساس تک نہیں ہوتا۔ (اور) اللہ کی نصرت ورحمت نیکی کرنے والوں (محسنین) کے ساتھ ہے

حاصل

یہ نکلا کہ محسنین یعنی احسان کرنے والے اللہ رب العزت کو بہت محبوب ہیں

بزرگانِ محترم!

ان آیات مذکورہ بالا کے علاوہ قرآن عزیز میں اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں حق تعالےٰ شانہٗ نے احسان اور محسنین کی تعریف فرمائی ہے۔ ظاہر ہے جب حق تعالےٰ شانہٗ محسنین کی تعریف فرمائیں تو احسان کا مقصود ومطلوب ہونا ثابت ہوگا

احسان کیا ہے؟

احسان کے معنی ہیں دل لگا کر اچھی طرح کام کرنا۔ مثلاً نماز پڑھنا بہر حال نیک کام ہے مگر دل لگا کر اچھی طرح نماز پڑھنا احسان ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے:۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے دفعتہً ایک شخص آیا۔ اس کے کپڑے نہایت سفید، بال نہایت سیاہ تھے نہ اس پر کوئی سفر کی علامت تھی (کہ ہم اُسے مسافر کہتے) نہ ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا تھا (کہ شہری سمجھتے)، یہاں تک کہ وہ آپ کے اتنا قریب آ بیٹھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے اپنے گھٹنے ملا دیئے اور اپنے دونوں ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں زانوئے مبارک پر رکھ دیئے اور بولا "اے محمدؐ! مجھے بتایئے اسلام کیا چیز ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا "اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کا اقرار کرے کہ سوائے ایک خدا کے اور کوئی معبود نہیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ اس کے پیغمبر ہیں نماز پورے طور پر ادا کرے، زکوٰۃ دے، رمضان شریف کے روزے رکھے اور اگر طاقت ہو تو خدا کے گھر کا حج بھی کرے" وہ بولا کہ تو نے ٹھیک کہا۔ راوی کہتا ہے ہمیں اس بات پر تعجب ہوا کہ یہ (پہلے تو) آپ سے دریافت کرتا ہے پھر (خود ہی) آپ کی تصدیق بھی کر دیتا ہے (گویا واقف کار ہے) پھر بولا "اچھا اب ایمان کے متعلق بتلایئے"؟ آپ نے فرمایا "خدا، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور قیامت کو دل سے مانو اور اس بات پر یقین کرو کہ بُرا بھلا جو کچھ ہے وہ سب کچھ نوشتۂ تقدیر کے موافق ہے" اس نے کہا "تو نے صحیح کہا۔ اب یہ بتایئے احسان کیا چیز ہے؟" آپؐ نے ارشاد فرمایا "اللہ کی عبادت اس طرح کرنا کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تو تمہیں یقیناً دیکھتا ہی ہے" اس کے بعد اس نے قیامت کے متعلق سوال کیا (کب آئے گی؟) آپؐ نے فرمایا کہ جس سے دریافت کرتے ہو اس کا تو وہ خود بھی سائل سے زیادہ عالم نہیں ہے۔ اس نے پوچھا "اس کی کچھ علامات ہی بتلایئے۔" آپؐ نے فرمایا کہ باندی اپنا آقا جنے، اور پیادہ پا، ننگے، محتاج بکریوں کے چرانے والے عمارتوں میں اکڑتے نظر آنے لگیں۔ راوی کہتا ہے اس کے بعد وہ شخص چلا گیا۔ میں نے کچھ عرصہ توقف کیا۔ اس کے بعد (خود) ارشاد فرمایا "اے عمرؓ! جانتے ہو یہ سائل کون تھا؟" میں نے عرض کیا "خدا اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں" آپؐ نے فرمایا کہ یہ جبرئیلؑ تھے۔ تمہارا دین (اس پیرایہ سے) تمہیں سکھانے آئے تھے۔

ثابت ہوا

احسان یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی عبادت اس طرح کی جائے کہ گویا اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور اس کی حضوری حاصل ہے

محسن کون ہے؟

ابن عمرؓ کی روایت میں آتا ہے کہ جب جبریل علیہ السلام نے حضور علیہ السلام سے سوال کیا کہ احسان کیا ہے اور آپ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور اگر تم اسے آنکھوں سے نہیں دیکھتے تو وہ تو تمہیں بلاشبہ دیکھتا ہے تو جبریل علیہ السلام نے عرض

کیا "اگر میں یہ صفت حاصل کر لوں تو کیا میں محسن ہو جاؤں گا؟" آپ نے فرمایا "بے شک"، اس نے کہا "آپ نے بجا فرمایا"

نتیجہ

یہ نکلا کہ محسن وہ ہے جسے مذکورہ بالا احسانی کیفیت حاصل ہو جائے

سلوک و تصوف

یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ غلام جب اپنے آقا کو دیکھ کر کام کرتا ہے تو نہایت ذوق و شوق اور مستعدی سے اپنا فرض بجا لاتا ہے اور خضوع و خشوع کی کوئی حالت نہیں چھوڑتا جس کو اپنے اندر پیدا نہ کر لیتا ہو — اسی طرح ایک بندے کو جب یہ کیفیت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ اللہ رب العالمین کو دیکھ رہا ہے تو وہ عبادت میں خضوع و خشوع کی انتہا کر دیتا ہے اور نہایت جذب و شوق محبت و سرمستی اور صدق و اخلاص سے یادِ الٰہی میں مشغول رہتا ہے — اسی کا نام احسان ہے اور اسی احسان کو حاصل کرنے کے لئے تصوف کے تمام کام کئے جاتے ہیں۔ مگر ہماری حالت یہ ہے کہ ہم عبادت کرتے ہیں تو زبان پر فاتحہ شریف اور کلام اللہ ہوتا ہے اور دل تجارت اہل و عیال اور دنیاوی ضرورتوں میں لگا رہتا ہے۔ ظاہر ہے یہ احسان نہ ہوا۔ یہ تو غفلت ہوئی اور اس مصرعہ کے مصداق ٹھہرے ؎

بر زباں تسبیح در دل گاؤ خر

احسان تو اس طرح ہونا چاہیئے جس طرح مالک کے روبرو غلام رہتا ہے۔ یاد رکھیئے! یہ احسان حاصل کرنے سے حاصل ہوتا ہے اسے حاصل کرنے کے لئے جو کام کئے جاتے ہیں یا جو کوششیں اس کیفیت کے حصول کی راہ میں صرف کی جاتی ہیں ان ہی کوششوں اور کاوشوں کا نام سلوک و تصوف پڑ گیا ہے۔ بالفاظ دیگر تمام تر تصوف کا مدار احسان حاصل کرنے پر ہے۔

رحمت دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا فیضانِ صحبت

آقائے نامدار جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضور صلعم کی مجلس میں ایمان کے ساتھ حاضر ہوتے ہی احسان حاصل ہو جاتا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانی قوت اتنی قوی تھی کہ جو حاضر ہوتا تھا اور ایمان کی نگاہوں سے چہرۂ نبوت پر نظر ڈالتا تھا اس کے قلب پر ایسا اثر پڑتا تھا کہ تمام چیزوں کو بھول جاتا تھا اور خالصتاً اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا تھا۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت حنظلہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کئی روز حاضر نہ ہوئے حضور کی عادت مبارکہ تھی کہ اپنے آدمیوں کو یاد کیا کرتے تھے چنانچہ جب حضرت حنظلہ رض ایک دو وقت نہ آئے تو آپ نے پوچھا "حنظلہ کیوں نہیں آئے؟" لوگوں کو کچھ معلوم نہ تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں ابھی پوچھ کر آتا ہوں اور خبر لاتا ہوں چنانچہ وہ ان کے گھر گئے اور گھر والوں سے پوچھا کہ حنظلہ رض کہاں گئے حضرت حنظلہ رض کی بیوی نے کہا کہ گھر میں سر جھکائے گوشہ میں بیٹھے ہیں حضرت ابوبکر رض نے کہا میں اندر جا کر دیکھوں۔ اندر گئے دیکھا بیٹھے ہیں اور رو رہے ہیں۔ پوچھا حضور کی مجلس میں کیوں حاضر نہیں ہوئے؟ حضرت حنظلہ نے عرض کیا "مجھے یوں معلوم پڑتا ہے کہ میں منافق ہو گیا ہوں" حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "کیسے؟" انہوں نے کہا "رسول اللہ صلعم کی مجلس میں ہوتا ہوں تو دنیا کی ساری باتیں فراموش ہو جاتی ہیں اور خدا سے تعلق رہتا ہے اور جب گھر آتا ہوں، بال بچوں میں لگ جاتا ہوں تو یہ حالت نہیں رہتی" حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری بھی یہی حالت ہے اور پھر یہ بھی بیٹھ کر رونے لگے پھر فرمایا "بھائی! ہمارے مسائل اور عقدے حل کرنے والے تو ہمارے آقا و مولیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں چلیئے! ان کی خدمت میں چلیں اور ان سے مسئلہ حل کرائیں یہاں بیٹھ کر رونے سے کوئی فائدہ نہیں ہے" یہ بات ان کی بھی سمجھ میں آ گئی چنانچہ دونوں بادیدۂ تر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ ہماری ایسی ایسی حالت ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا "اگر تم ہر وقت ایسے ہی رہو جیسے میرے سامنے رہتے ہو تو فرشتے تم سے مصافحہ کرنے لگیں۔ مگر یہ حالت وقتاً فوقتاً ہی ہوتی ہے۔

محترم حضرات! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ایسی ہے جیسے آفتاب اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قلوب اطہر گویا صاف و شفاف آئینہ اور آفتاب نبوت کی کرنوں سے مستنیر تھے — چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ محبت سے وہ ایسے ایسے مقام طے کر جاتے تھے جو بعد میں آنے والے بڑی بڑی ریاضتوں اور مجاہدوں سے بھی طے نہیں کر پاتے — یہی وجہ ہے کہ اہلسنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ جو شخص اسلام کے ساتھ چند لمحے بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں رہا ہو وہ بعد میں آنے والے بڑے سے بڑے متقی اور ولی سے بھی افضل و اعلےٰ ہے۔

ریاضت کی ضرورت

حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں داخل ہوتے تھے تو ہر چیز روشن ہو جاتی تھی اور جب تک آپ رہے سب چیزیں روشن معلوم ہوتی رہیں — وفات کے بعد جب ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر مٹی ڈالی تو وہ روشنی جاتی رہی اور بیان ...... کرتے ہیں کہ ابھی ہم نے ہاتھوں سے مٹی نہیں جھاڑی تھی کہ ہمیں اپنے دل اوپرے معلوم ہونے لگے۔

اس روایت سے صاف واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کے بعد وہ روشنی جاتی رہی جو آپ کے ساتھ مخصوص تھی۔ اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو تربیت یافتہ تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ...... دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد وہ روشنی جو ان کے ساتھ مخصوص تھی وہ بھی جاتی رہی اور رفتہ رفتہ زمانہ جتنا صحابہ رض کرام سے دور ہوتا گیا روحانی اور قلبی صفائی میں کمی ہوتی گئی۔ عہد صحابہ رض کے صاف قلوب کو صاف کرنے کے لئے کسی خاص ریاضت کی ضرورت نہیں تھی

باقی پر صہ ۱۵

مسیحی اعتراضات کے جوابات

(۲)

مناظر اسلام لال حسین اختر مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت چنیوٹ

اعتراض

جناب یسوع مسیحؑ کو قرآن شریف میں "کلمۃ اللہ" کہا گیا ہے اور یہ خصوصیت قرآن نے سوائے یسوع مسیحؑ کے اور کسی کو نہیں دی اس سے ثابت ہوا کہ وہ سب انبیاءؑ سے افضل تھے اور ان میں الوہیت کی شان تھی

جواب

لفظ "کلمہ" قرآن حکیم میں وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے اس سے مراد لفظ مفرد ہی نہیں بلکہ کلام پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے عیسائیوں کے عقیدہ "ابنیت مسیح" کی تردید کرتے ہوئے فرمایا۔

(۱) كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا (پ۱۵ کہف ۱۸ ع ۵)

کیا بڑی بات ہے جو ان کے موہنوں سے نکلتی ہے وہ جھوٹ ہی کہتے ہیں

باری تعالےٰ کا ارشاد ہے

(۲) وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ٥

(پ۸ الانعام ۶ ع ۱۱۵)

آپ کے پروردگار کا یہ کلام (قرآن) صدق وعدل کے لحاظ سے کامل ہے اس کے اس کلام کو کوئی بدل نہیں سکتا اور وہی خوب سننے والا اور کامل علم رکھنے والا ہے

(۳) كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا (پ۱۰ التوبہ ۹ ع۴۰)

اللہ کی بات ہی بلند وبالا ہے۔

(۴) وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ٥

(پ۲۳ والصّٰفّٰت ۳۷ ع ۱۷۱ تا ع ۱۷۳)

اور ہمارا حکم ہمارے مرسل بندوں کے لئے پہلے ہی ہو چکا ہے کہ وہ نصرت دیئے جائیں گے اور ہمارا لشکر یقیناً غالب رہے گا۔

(۵) وَكَذَٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ

(پ۲۴ المومن ۴۰ ع ۶)

اور اسی طرح تیرے پروردگار کا کلام ان لوگوں پر جو کافر ہوئے پورا ہوا کہ وہ جہنمی ہیں

بطور نمونہ پانچ آیات درج کی گئی ہیں۔ ان آیات مبارکہ میں — کَلِمَةً — كَلِمَتُ رَبِّكَ — كَلِمَاتِهِ — كَلِمَةُ اللَّهِ — كَلِمَتُنَا بمعنی کلام خدا یا حکم خدا مستعمل ہے

قرآن مجید ہی میں نہیں بلکہ بائبل مقدس میں بھی کلمۃ الرب اور کلمۃ اللہ حکم خدا یا کلام خدا کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

(۱) فلما کان فی تلک اللیلۃ حلت کلمۃ اللہ علیٰ ناتان

اخبار الایام الاول الاصحاح السابع عشر ایۃ ۳)

اسی رات ایسا ہوا کہ خداوند کا کلام ناتن کو پہنچا (اردو بائبل تواریخ اول باب ۱۷ درس ۳)

(۲) کلمۃ الرب التی الی ھوشع ابن و کلمۃ الرب بھوشع (ھوسیع الاصحاح الاول ایۃ ۲)

خداوند کا کلام بیری کے بیٹے ہوسیع کو پہنچا۔ خدا کے کلام کا شروع جو ہوسیع کے وسیلہ سے آیا۔ (اردو بائبل ہوسیع نبی کی کتاب باب ۱ درس ۲)۔

(۳) کانت کلمۃ اللہ علی یوحنا بن زکریا فی البریۃ (انجیل لوقا الاصحاح الثالث ایۃ ۲)

خدا کا کلام بیابان میں زکریا کے بیٹے یوحنا پر اترا۔ (انجیل لوقا باب ۳ درس ۲)

قرآن مجید میں حضرت مسیح کے متعلق ارشاد ہے —

(۱) وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ (پ۳ آل عمران ۳ ع ۴۵)

جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تعالیٰ تجھ کو اپنے ایک کلمہ کی جس کا نام مسیحؑ ابن مریم ہے بشارت دیتا ہے

(۲) إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ (پ۶ النساء ۴ ع ۱۷۱)

بے شک مسیحؑ ابن مریم اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اللہ کا ایک رسول تھا اور اس کا ایک کلمہ تھا جو اللہ نے مریم کی طرف بھیجا اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک روح تھی۔

ان آیات میں دو وجوہ کے باعث حضرت مسیحؑ کو کلمۃ اللہ کہا گیا ہے وجہ اول یہ ہے کہ لفظ کلمہ کلام، حکم اور امر کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید اور بائبل مقدس کے حوالہ جات سے ظاہر ہے حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے پیشتر اللہ تعالےٰ نے بعض انبیاء علیہم السلام کو حضرت مسیح السلام کی بشارت دی تھی چنانچہ ان کی پیدائش سے اللہ تعالےٰ کا یہ کلام پورا ہو گیا۔ حضرت امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

انہ قد وردت البشارۃ فی کتب الانبیاء الذین کانوا قبلہ فلما جاء قیل ھذا ھو تلک الکلمۃ (تفسیر کبیر)

مسیح علیہ السلام سے پہلے نبیوں کی کتابوں میں مسیح علیہ السلام کے متعلق بشارت تھی جب مسیحؑ آگیا تو کہا گیا کہ یہ وہ بشارت اور کلام ہے

وجہ دوم

یہ ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی پیدائش بلا باپ محض اللہ تعالےٰ کے حکم وامر سے ہوئی جیسا کہ فرمایا :-

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ٥ (پ۳ آل عمران ۳ ع ۵۹)

بے شک عیسےٰ کی مثال اللہ تعالےٰ کے نزدیک مثال آدم کی کہ اسے مٹی سے بنایا پھر اس کو کہا ہو جا پس وہ ہو گیا۔

ثابت ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش باپ کے توسط کے بغیر عام سلسلۂ اسباب کے خلاف محض اللہ تعالےٰ کے حکم وامر سے ہوئی اور جو فعل عام اسباب عادیہ کے سلسلہ سے خارج ہوا اور عام قانون خلاف ہو عموماً اس کی نسبت اللہ تعالےٰ کی طرف کر دی جاتی ہے جیسے فرمایا :-

مَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ

(پ۹ الانفال ۸ ع ۱۷)

اے رسولؐ! جس وقت تم نے (لشکر کفار کی طرف کنکریوں کی مٹھی) پھینکی تھی تو وہ تم نے نہیں پھینکی تھی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی

عیسائیوں کا یہ قول سراپا غلط ہے کہ سوائے مسیح علیہ السلام کے اور کسی کو قرآن مجید میں کلمۃ اللہ نہیں کہا گیا — اللہ تعالےٰ نے انہیں کلمۃ منہ فرمایا یعنی اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک کلمہ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ اکیلے ہی کلمہ نہیں بلکہ لاتعداد کلموں میں سے ایک کلمہ ہیں۔

قرآن حکیم نے اس حقیقت کبریٰ کا انکشاف

باقی ۱۸

شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کا فلسفہ

ایم عبد الرحمن لودھیانوی ـــ شیخوپورہ

حق سبحانہ وتعالےٰ نے انسان میں نفس ملکوتی اور نفس شہوانی دونوں مرکوز فرمائے ہیں اور اعضاء و جوارح ان کے خادم قرار دے کر ایک بڑی حد تک مختار قرار دیا اور اپنی وسیع زمین پر رہنے کی جگہ دی اور ساتھ ہی ان کے نیک و بد سے آگاہ کرنے کے لئے اپنے مخصوص برگزیدہ بندے بھیجے اور ان کے ذریعہ سے اچھی طرح بہ ظاہر فرما دیا کہ میری رضامندی اور خوشنودی ان ان امور میں ہے اور میری ناراضی فلاں فلاں چیزوں میں ہے۔

انسان چونکہ نفس ملکوتی اور نفس شہوانی کا مجموعہ ہے اس لئے ہادی راہ کا وجود عقلاً ضروری ہوا۔ سب سے آخر میں خاتم الانبیاء خدائی پیغمبر دنیا میں مبعوث کیا گیا۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے جلد پسند انسان آخرت کو وعدۂ قرض سمجھ کر ضلالت اور گمراہی میں مبتلا ہوا اور جہالت کا شکار ہوگیا۔

جناب امام حسین رضؓ کے اس عہد کو یاد دلاتا ہوں جب آپ اپنے نانا رسولِ خدا ﷺ اور پدر بزرگوار علی مرتضیٰ رضؓ اور برادر نامدار حسن مجتبیٰ کے کار نیابت رسول ﷺ انجام دے رہے ہیں اور نہایت استحکام اور مضبوطی کے ساتھ نشر شریعت، اور بقاء و استحکام دین اسلام میں منہمک ہیں۔

یزید کا حکم نامہ ولید بن عتبہ عامل مدینہ کے نام نصف سنہ ۶۰ھ میں پہنچا جس میں یہ حکم درج تھا کہ حسین رضؓ سے میری بیعت لے اور اگر وہ انکار کرے تو ان کو قتل کر کے ان کا سر میرے پاس بھیجدے۔ ولید نے یہ حکمنامۂ یزید دیکھ کر سخت کشمکش میں مبتلا ہوا۔ جس کا اظہار اس نے بوقت مشورہ مروان ان الفاظ میں کیا۔

"کاش کہ میں نیست و نابود ہو جاتا کہ ایسے امر کے ابتلاء سے بچتا مگر فرض منصبی سمجھ کر اس کی تعمیل کا ایک حد تک ارادہ کیا اور جناب امام حسین رضؓ کو اطلاع بھیجی اور بوقت شب طلب کیا چنانچہ جناب امام حسینؓ صاحب ولید کی ملاقات کے لئے آمادہ ہوئے اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو اپنے ارادہ سے آگاہ کرتے ہوئے اپنے بھائی عباس اور اپنے فرزند علی اکبر کو ساتھ لیا آپ نے فرمایا چونکہ اس نے صرف مجھے بلایا ہے اس لئے ...... اس کے پاس میں تنہا جاؤں گا تم لوگ باہر کھڑے رہنا جب میری آواز بلند ہو تو تم خانۂ ولید میں داخل ہونا

المختصر امام حسین رضؓ معہ ہمراہیاں تشریف لے گئے اور سب کو باہر چھوڑ کر خانۂ ولید میں تنہا داخل ہوئے آپ نے ولید کے پاس مروان بن حکم کو بھی بیٹھا پایا۔ پس کچھ گفتگو چھیڑی ولید نے حضرت معاویہ رضؓ کی وفات کی خبر بیان کی پھر ولید نے امام صاحب کے روبرو وہ خط یزید کا پڑھا جس میں اخذ بیعت کا ذکر تھا اس کے جواب میں امام صاحب نے اشارہ فرمایا کہ غالباً تو اس رات کے پردہ میں بیعت پر راضی نہ ہو گا بلکہ یہ چاہتا ہوگا کہ میں علی الاعلان بیعت کروں تاکہ لوگ واقف ہوں۔ ولید نے کہا ہاں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ صبح کو دیکھا جائے گا۔ یہ گفتگو سنکر مروان سے نہ رہا گیا کہنے لگا قسم ہے خدا کی، اگر حسینؓ اس وقت چلے جائیں گے تو پھر کبھی تیرے ہاتھ نہیں آئیں گے جب تک کہ طرفین سے بہت سے آدمی قتل نہ ہوں۔ یہ سنکر حضرت امام نے فرمایا کہ اے ولید بھلا تو مجھے قتل کرے گا۔ خدا کی قسم، تو جھوٹا ہے اور تو گنہگار ہوا۔

امام حسین رضؓ کے مقابل میں صریحی مخالفانہ اور باغیانہ یہ پہلا اقدام ہے جو یزید کے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی عمل میں آیا اور پھر برابر خواہشات نفس کی اتباع کے سلسلہ میں ایسی مذموم اور ملعون حرکات ہوتی رہیں۔ یزید نے یہ طے کر لیا کہ جب تک ذات حسینؓ باقی ہے میری حکومت مضبوط نہ ہوگی اور مجھے حسب دلخواہ آرام حاصل نہ ہو گا۔ کیونکہ وہ درمیان میں قرآن اور حدیث کو لے آتے ہیں اور پھر مجھ سے کچھ بن نہیں پڑتا۔ بیعت طلب کی تو وہ جادو بھی نہ چلا۔ لہٰذا انتقامی جذبہ کے ماتحت یزید اور یزیدیوں نے حسینؓ اور خاندان حسین رضؓ اور اعوانِ حسین رضؓ کے قتل کا پختہ ارادہ کر لیا اور طرح طرح کی سازشیں ہونے لگیں۔

امام حسین رضؓ کے نام کوفہ سے سینکڑوں خطوط اور عرضیاں آئیں کہ آپ کی ہدایت کے ہم محتاج ہیں آپ تشریف لائیں۔

اس وقت بھی امام صاحب نے اتمام حجت کے لئے اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو بھیجا کہ بھائی تم جاؤ اور امر حق کی تلقین کرو اور مجھے لکھو کہ وہ لوگ تم سے کیسے پیش آئے اور ایک خط امام صاحب نے کوفہ والوں کو بدیں مضمون لکھ دیا کہ میرے بھائی مسلم بن عقیل جو کمال تقویٰ سے آراستہ ہیں ان کو تمہاری ہدایت کے لئے بھیجتا ہوں اگر انہوں نے تمہاری وفاداری اور حق پسندی کا حال لکھا تو عنقریب میں بھی تم سے ملوں گا لیکن جناب مسلم کے ساتھ کیا برتاؤ کیا گیا؟

آہ وہی برتاؤ کیا گیا جس کا اندیشہ امام حسین رضؓ کو تھا امام حسین رضؓ نے ان خواہش کے بندوں (یزیدیوں) سے کہا کہ اگر یہاں میرا رہنا گوارا نہیں اچھا میں ترک وطن کو تیار ہوں اس پر بھی شقی ازلی راضی نہ ہوئے۔ امام عالی مقام نے اتمام حجت کیلئے سفر اختیار کیا اور موسم گرما میں مستورات و اطفال کو ساتھ لیا اگر کسی نے کہا کہ عورتوں اور بچوں کو اس سفر میں ہمراہ نہ لے جائیں تو حضرت نے فرمایا اور کون ایسا امین و معتمد ہے جس کے سپرد یہ امانت رسول (اہل بیت) کر دوں۔ غرض امام نے سفر کیا اور خانہ کعبہ کے حج کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت کو معلوم ہوگیا کہ کچھ لوگ حجاج کے لباس میں میرے قتل کے لئے یزید نے روانہ کئے ہیں۔

اب دنیا کو ان مدعیان اسلام کے اسلام کا بھی حال معلوم ہوگیا مگر امام صاحب حرمتِ خانہ کعبہ کا خیال کر کے شریعت اسلام میں جہاں کسی جاندار مچھر، چیونٹی کا مارنا بھی جائز نہیں۔ وہاں اگر میرا خون بہا تو حرمتِ خانہ کعبہ ضائع ہو جائے گی اپنی جان کا کچھ خیال نہ کرتے ہوئے فوراً حج کو عمرہ سے بدل کر وہاں سے فارغ ہو کر روانہ ہوئے اب حضرت امام نے رخ مدینہ

کی طرف نہیں کیا بلکہ بخوفِ نقصِ امن دیگر دیار کی طرف روانہ ہوئے۔

کوفہ کے گورنر کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو اس نے اپنے ہم خیالوں کی میٹنگ مقرر کی اور قتل حسین رضؓ کا مسئلہ چھیڑا۔ مجمع پر سناٹا طاری ہو گیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کسی کے منہ میں زبان نہیں ہے اس ملعون نے وہی پہلے کلمات دہرائے اور اس کے صلہ میں زبردست انعام و جاگیر کے وعدے کئے۔ تیسری مرتبہ سارے مجمع میں سے صرف ایک شخص عمر بن سعد نے کہا کہ اے امیر! مجھے ایک شب کی مہلت دے میں اس خدمت کو انجام دینے کا ارادہ کر رہا ہوں مگر ذرا غور کر لوں کل کو اس کا صحیح جواب دوں گا

المختصر بطمع دنیوی عمر ابن سعد آمادۂ قتل حسین ہو گیا اور اس کو یزید کی فوجوں کے افسر کا عہدہ دیا گیا اور اس میدان کی طرف جو فرات کے کنارہ پر ہے اور جو کربلا کے نام سے موسوم ہے اور فوج کے ہزاروں رسالے یکے بعد دیگرے متواتر روانہ ہوتے رہے تھوڑے ہی عرصہ میں وہاں لاکھوں کی فوج جمع ہو گئی۔

چنانچہ حُر کا رسالہ راہ میں امام حسین رضؓ سے ملا اور معارضہ کیا سب سے پہلے امام حسین رضؓ نے اپنے اُن دشمنوں کو پانی پلایا جو کہ موسم گرما میں سرزمین عراق پر ایک قافلہ اور مسافر کے لئے بے حد ضروری ہے امام صاحب نے اپنے سفر اور اپنے خورد و کلاں اہل بیت کی ضروریات پر حُر کے رسالہ کی سیرابی کو مقدم رکھا۔ ایسا سیراب کیا کہ گھوڑوں تک کو پانی خوب پلایا۔ سبحان اللہ! شریعت اسلامیہ کے کیا سچے پیرو تھے! اور ... کیا خوب نیابت رسول رحمۃ للعالمین قدم قدم پر ثابت کر دکھائی۔ المختصر! رسالۂ حُر نے کہا کہ ہم آپ کو جدھر جانا چاہتے ہیں جانے نہیں دیں گے بلکہ ہم کو جہاں پہنچانے کا حکم ملا ہے ہم وہاں آپ کو پہنچائیں گے امام کے بعض ہمراہیوں کو غصہ آ گیا۔ لیکن صلح پسند امام نے اپنے ہمراہیوں کو سمجھایا چونکہ وہ سب کے سب مطیع فرمانِ امام تھے، خاموش ہو گئے۔

غرض امام حسین رضؓ دریائے فرات کے کنارہ پر پہنچ گئے اور وہاں خیمے ڈال دیئے لیکن مخالف آئے اور انہوں نے اصرار کیا کہ آپ اپنے خیمے یہاں سے ہٹا لیجئے ہماری فوج کے افسر کا حکم ہے ہم کو اس کی تعمیل کرنا ضروری ہے۔ اس وقت بھی قریب تھا۔ کہ جنگ ہو مگر امام صاحب کے فرمان نے ہمراہیوں کو مطمئن کر دیا۔ وہاں سے خیمے ہٹا لئے گئے اور دریائے فرات سے کچھ فاصلے پر امام صاحبؓ کے خیمے نصب ہوئے۔

مخالفین کی پیہم اور متواتر شر انگیز... کارروائیوں کے باوجود امام حسین رضؓ کا طرز عمل قابل لحاظ ہے کیا وہ شخص جو اپنا ذاتی تمتع اور ذاتی فتحمندی و کامیابی کا خواہشمند ہو وہ ایسا کر سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

اگر امام صاحب کو حکمِ خدا اور رسولؐ کا خیال (معاذ اللہ) نہ ہوتا تو بیعت یزید کیوں نہ کر لیتے اور اپنی جان بچانے کا خیال ہوتا تو کیوں یزید کی اطاعت قبول نہ کرتے اور ولید اور مروان کو اپنے ساتھیوں سے کیوں نہ قتل کرا دیتے؟ اور کیوں اپنی جان بچانے کے لئے خانہ کعبہ میں پناہ گزیں نہ رہتے اور حالتِ سفر میں جبکہ عورتیں اور بچے ساتھ تھے موسم سخت گرمی کا تھا پانی کی نایابی کے باوجود کیوں غیر کو اور پھر مخالفین بلکہ دشمنوں کو پانی تقسیم کر دیتے؟ اور ایک قافلہ کے لئے قرب چشمۂ آب کی ضرورت کے باوجود کیوں اپنے خیمے حالت سفر میں دریا کے کنارہ سے اکھڑوانا منظور کرتے اگر تبلیغ دین رسول اور حمایتِ اسلام و مسلمین اور اتمامِ حجت مدنظر نہ ہوتی۔ امام حسین رضؓ برابر تکالیف برداشت کرتے چلے گئے اور مسلمانوں کا خون بہنا گوارا نہ کیا۔

کیا کوئی سمجھدار یہ کہہ سکتا ہے کہ امام حسین رضؓ جنگ کے لئے مقابلہ میں آئے تھے؟ اس لئے کہ اگر ارادہ جنگ ہوتا تو لاکھوں کے مقابلہ میں ویسی فوج ہوتی بخلاف اس کے عورتیں اور بچے ہرگز نہ ہوتے سامانِ جنگ ہوتا مگر یہاں اپنے ہمراہی بہتر نفوس اور ادھر لاکھوں کی منظم فوج، سامان رسد کا کیا ذکر ہے حسین رضؓ کے بچے تک آب و طعام سے محروم تھے بھلا کیسے مانا جا سکتا ہے؟ کہ حسین رضؓ لڑنے آئے تھے؟

امام حسین رضؓ نیابت رسول اور خلافت الٰہی کا فرض ادا کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے افعال و اعمال سے یہ ثابت کر دیا کہ دیکھو خدا اور رسول کا یہ فرمان ہے جس پر میں عامل ہوں تم لوگ اس کے مخالف جد و جہد کر رہے ہو جو خلافِ اسلام ہے، خدا کے عذاب سے ڈرایا، خدا کے وعدے اور وعید یاد دلائے وعظ و پند فرما کر امام صاحب نے اپنا فرض ادا کر دیا اور سخت ترین اوقات تک برابر مصروف تبلیغ رہے۔ برابر اپنے ہمراہیوں کو احکامِ الٰہی تعلیم فرماتے رہے اور صبر و سکون کا درس دیتے رہے۔

اپنی جانب سے امام صاحب نے جنگ کا اقدام کبھی نہیں کیا اسی جانب سے جب تیر پھینکے گئے تو ادھر سے جواب دیا گیا۔ حسین رضؓ نے اپنے عزیز جوان بھی امت پر نثار کئے اپنے نو عمر بچے بھی تلواروں کی چھاؤں میں بھیج دیئے اپنے اطفال اور شیر خوار بھی نذر خالق کر دیئے لاکھوں کی فوج کے مقابلہ میں اپنے نام و نسب اپنی ذات سے سب کو آگاہ کر دیا اور آواز دی ہے کوئی مدد کرنے والا جو ہماری مدد کرے، ہے کوئی ایسا نرم دل جو ہم اہل بیت رسول پر رحم کرے، آیا ہے تم میں کوئی مسلمان) بلند کر کے دنیا کو حق و باطل سے اچھی طرح آگاہ کر دیا۔ امام صاحب کے کلمات نے اثر کیا مگر ان دلوں پر جن کے قلب شائبہ ایمان سے خالی تھے جن کے دل میں ذرہ بھر بھی اسلام کی چمک باقی نہ تھی یا جو محض مغالطہ میں مخالفین کی طرف شریک ہو گئے تھے بعض نے حمایت امام صاحب میں جان دی بعض امام صادق القول کے کلمات سُنکر تاب نہ لا سکے اور رو دیئے مگر پھر انہیں نے اپنی خواہشات نفس کے ماتحت اشعار نفسِ ملکوتی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے عمل کیا۔

غرض دنیا والوں نے دیکھ لیا اور اچھی طرح دیکھ لیا کہ ان مدعیانِ اسلام کا اسلام کیا تھا ایک وہ تھے جنہوں نے لبیک کہی اور ایک وہ کہ ھَلْ فِیْھِمْ مُسْلِمٌ (کیا ان میں کوئی مسلمان ہے) کی آواز سُنی بھی اور کان پر جوں تک نہ رینگی، نہ خیال کیا کہ اس جماعت کثیرہ کی طرف خطاب ہو رہا ہے کہ اگر کوئی مسلمان ہے تو نکلے، اگر وہ امام صاحب کو نہیں مانتے تھے تو اولاد رسولؐ ہونے کے لحاظ سے کم از کم پانی تو پاس لاتے یا کم از کم ایک مسلمان مرد مسافر سمجھ کر اپنے ظلم سے باز آتے بخلاف اس کے وہ پیاس کی شکایت کر کے مسلمانوں سے پانی مانگتے اور وہ تیر و نیزہ اور شمشیر سے اس کا جواب دیں۔

امام حسین رضؓ کے اس طرز عمل سے یقیناً

باقی صفحہ ۱۶ پر

اللہ تعالیٰ مستجیب الدعوات ہے

لیکن ہمیں اس سے مانگنے کا ڈھنگ نہیں آتا

میاں غلام حسین قلعہ گوجر سنگھ لاہور

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ۝
(پ۲۴ سورۃ المؤمن آیت ۶۰)

ترجمہ! اور تمہارے رب نے فرمایا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا بے شک جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں عنقریب وہ ذلیل ہو کر دوزخ میں داخل ہوں گے۔

دعا انسان کی فطرت کا تقاضا ہے انسان خواہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو جب کسی مشکل میں گھر جاتا ہے تو بلیاختہ اس کی زبان سے یارب نکل ہی جاتا ہے اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھ جاتے ہیں، اللہ تعالےٰ سمیع اور بصیر ہے وہ ہماری ہر حالت کو دیکھتا ہے اور ہماری ہر پکار کو سنتا ہے اور ہماری فریاد رسی کرتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر بندہ کی ہر دعا قبول ہو جائے اور جو مانگے وہی دے دیا جائے۔ دعا کا قبول کرنا یا نہ کرنا، کسی چیز کا دینا یا نہ نہ دینا یہ اللہ تعالےٰ کی مشیت پر موقوف ہے اور اس کی حکمت کے تابع ہے بہر حال بندہ کا کام ہے مانگنا اور یہ مانگنا خود ایک عبادت ہے بلکہ مغز عبادت ہے بندگی کی شرط ہے اپنے رب سے مانگنا، نہ مانگنا غرور ہے اور اللہ تعالےٰ کی عبادت سے سرکشی ہے۔

دعا درحقیقت نیاز مندی ہے یعنی اپنی حاجت اور احتیاج کو حق تعالےٰ کے سامنے پیش کرنا دعا عین عبادت ہے خواہ دینی امور کے لئے ہو یا دنیوی کے لئے مگر ناجائز امر کے لئے نہ ہو، جتنی بھی عبادتیں ہیں اگر دنیا کے لئے ہوں تو وہ عبادت نہیں کہلا سکتیں مگر دعا ایک ایسی عبادت ہے، جو دنیا کے لئے ہو تو بھی عبادت ہے دین کے لئے ہو تو بھی عبادت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص اللہ تعالےٰ سے نہ مانگے اللہ تعالےٰ اس پر ناراض ہوتا ہے اور جو ہمیشہ مانگتا رہے اس سے خوش ہوتا ہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جو اللہ تعالےٰ سے مانگتا ہے اللہ تعالےٰ اُسے مایوس نہیں پھیرتا اور وہ اپنے یاد کرنے والوں کو کبھی نہیں بھولتا

انسان اپنی ہر تدبیر میں اپنے جیسی مخلوق کے سامنے اپنی حاجت کو ظاہر کرتا ہے، خواہ قالاً یا حالاً لیکن دعا ایسی ہستی سے مانگتا ہے جو سب سے زیادہ کامل القدرت ہے اور جس کے سب محتاج ہیں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝
(آیت ۱۸۶ سورۃ البقرۃ)

ترجمہ! اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو میں نزدیک ہوں دعا کرنے والی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے پھر چاہیئے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرما دیا ہے۔ عقل بھی یہی کہتی ہے کہ جو سب سے قادر تر ہے اسی سے مانگنا اکمل و انفع ہے۔ تدبیر بھی اللہ تعالےٰ کی مشیت اور ارادے سے ہی کامیاب ہو سکتی ہے لیکن دعا یقیناً تدبیر سے بڑھ کر ہے۔ جو شخص اللہ تعالےٰ سے مانگتا ہے وہ ضرور کامیاب ہو جاتا ہے۔ انسانی تدابیر اسباب ہیں۔ درحقیقت فاعل ہر شے خدا است۔ خدا بہر حال خدا ہے بندہ نہیں ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ اس کا علم ہماری جہالت کا ساتھ دے اور ہماری ہر دعا قبول ہو جائے اور جو مانگیں وہی مل جائے۔ ہمارا فرض ہے مانگنا دینا یا نہ دینا اس کے اختیار میں ہے دیدے تو شکر کرو اگر نہ دے تو صبر کرو۔ بعض حالات میں اس کا نہ دینا ہی ... ہمارے لئے بہتر ہوتا ہے لیکن ہم نہیں سمجھتے یا درکھو نہ ہر تیر نشانے پر بیٹھتا ہے اور نہ ہر دعا قبول ہوتی ہے۔

اللہ تعالےٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ کسی چیز کی قدر و منزلت نہیں ہے اور جس کو یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ سختیوں کے وقت اس کی دعا قبول کرلے تو اس کو چاہیئے کہ خوشی اور عیش میں کثرت سے دعا مانگا کرے۔ پیدا کرنے والے سے اس کی پیدا کی ہوئی چیزیں مانگنے اور اس کے ساتھ لپٹے رہنے سے اگر اور کچھ نہیں تو یہی کیا کم ہے کہ غلام کو اپنے مالک سے سرگوشی اور مناجات کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے یعنی اللہ کے دروازے پر جانے کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔ مراد میں تو مزہ ہے ہی نامرادی میں بھی ایک مزہ ہے اور وہ یہ کہ محبوب نے دیکھ تو لیا کہ ہم اس کے دروازے پر گئے تھے۔ عاجزی اور گریہ زاری تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے اور دعا میں یہ دونوں موجود ہیں۔ دعا عبادت کا مغز ہے اور عبادت سے مقصود حق تعالےٰ کی بندگی ہے اور بندگی اسی صورت میں بندگی کہلا سکتی ہے کہ جب اس کے ادا کرنے میں بندہ کی طرف سے عجز و انکساری کا پورا اظہار ہو اور مالک الملک کی عظمت و جلال کا کامل تصور ہو جو عجز و انکساری اختیار کرتے ہیں ان کا کاسہ کبھی خالی نہیں رہتا۔

اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا ڈھنگ بھی ہر ایک کو نہیں آتا

اللہ تعالےٰ بڑا رحیم و کریم ہے اور مستجیب الدعوات ہے وہ اپنے ہر بندہ کی پکار کو سنتا ہے اور اس کی حاجت روائی کرتا ہے لیکن بندہ کو اپنے مولا سے مانگنے کا ڈھنگ نہیں آتا۔ سوال کرنے کے لئے بھی عقل کی ضرورت ہے اللہ تعالےٰ تو ہر وقت چاہتا ہے کہ میرا بندہ میرے دروازے پر آئے اور مجھ سے مانگے۔ حق تعالےٰ مانگنے سے خوش ہوتا ہے لیکن اس کی مخلوق مانگنے سے ناراض ہوتی ہے

زکریا علیہ السلام کا قصہ آپ نے سورۂ مریم میں پڑھا ہوگا۔ آپ بہت بوڑھے ہو چکے تھے بال بالکل سفید ہو گئے تھے۔ ہڈیاں

بوسیدہ ہو چکی تھیں اور آپ کی بیوی بانجھ تھی۔ ظاہری طور پر اولاد ہونے کی کوئی صورت نہ تھی اور آپ کو ڈر تھا کہ آپ کے بھائی بند اور قرابت دار آپ کے بعد اپنی بد اعمالیوں اور غلط کاریوں سے راہ نیک نہ بگاڑ دیں اور جو دینی اور روحانی دولت یعقوب علیہ السلام کے گھرانے میں منتقل ہوتی ہوئی زکریا علیہ السلام تک پہنچی تھی اسے اپنی بدتمیزی اور شرارت سے ضائع نہ کر دیں۔ اس لئے آپ نے ...... اللہ تعالےٰ سے خفیہ طور پر دعا کی کہ اے میرے رب! میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور سر میں بڑھاپا چمکنے لگا ہے اور اے میرے رب! میں تجھ سے مانگ کر میں کبھی محروم نہیں رہا اور بے شک میں اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے بس تو اپنے ہاں سے ایک وارث عطا کر جو میرا اور یعقوب (علیہ السلام) کے خاندان کا بھی وارث ہو۔ آپ نے اپنی ساری حالت بیان کر دی کہ میرے مولا! سارے ذرائع جن کے ذریعہ اولاد ہو سکتی ہے ختم ہو چکے ہیں میں اسباب کے ذریعہ نہیں مانگتا مسبب الاسباب سے مانگتا ہوں تو اپنی لامحدود قدرت و رحمت سے اولاد عطا فرما دے تو ہر چیز پر قادر ہے بغیر اسباب کے بھی دے سکتا ہے۔ تو اپنے فضل کرم سے ہمیشہ میری دعائیں قبول فرماتا رہا۔ اب اس آخری وقت اور ضعف و پیرانہ سالی میں کیسے گمان کر سکتا ہوں کہ میری دعا رد کر کے مجھے آپ اپنے لطف و کرم سے محروم رکھیں گے اب ذرا زکریا علیہ السلام کے دعا کے الفاظ میں غور کیجئے اگر آپ اپنی حالت بیان نہ کرتے اور صرف اتنا کہہ دیتے کہ خدایا مجھے اولاد دے تو شائد یہ جواب ملتا کہ اس عمر میں اور ان حالات میں اولاد کا ہونا ناممکن ہے لیکن زکریا علیہ السلام نے اس سوال کا جواب پہلے ہی اپنی دعا میں دے دیا تھا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری عورت بانجھ ہے ظاہری اسباب کچھ نہیں ہیں میں بغیر اسباب کے مانگتا ہوں۔ حق تعالےٰ کی شان کریمی کو دیکھئے کہ اس نے یہ جواب نہیں دیا کہ تیرے ہاں اب اولاد کی کوئی صورت نہیں ہے بلکہ فوراً خوشخبری دی کہ تیرے ہاں ایک لڑکا ہوگا جس کا نام یحییٰ (علیہ السلام) ہوگا زکریا علیہ السلام حیران ہو گئے کہ میرے ہاں اولاد کیسے ہوگی اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ میرے لئے یہ بہت آسان ہے کیا میں نے تمہیں پیدا نہیں کیا تھا اور تم کچھ بھی نہ تھے اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے کر سکتا ہے اسباب کے ذریعہ بھی کر سکتا ہے --- بغیر اسباب کے بھی کر سکتا ہے اسباب اللہ تعالےٰ کے ماتحت ہیں۔ اللہ تعالےٰ اسباب کا پابند نہیں ہے۔

دعا صرف امور اختیاریہ کے ساتھ مخصوص نہیں جیسا کہ عام لوگوں کا خیال ہے کہ جو امر بندہ کے اختیار سے خارج ہو وہاں مجبوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے پڑتے ہیں لیکن امور اختیاریہ میں تدبیر پر اعتماد کیا جاتا ہے یہ غلط ہے بلکہ تمام امور خواہ اختیاریہ ہوں یا غیر اختیاریہ سب میں دعا کی سخت ضرورت ہے اصل کام تو اللہ کے اختیار میں ہے اسباب و علامات صرف بندوں کی تسلی کے لئے ہیں۔ ہماری تدابیر مشیت ایزدی کے بغیر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ جو دعا میں اڑ جائے اور پھر عطا نہ ہو خواہ سر دست اس کو دیں یا آئندہ کے لئے جمع کر دیں۔

ایک بزرگ بڑے غریب تھے جب کبھی کوئی مہمان آ جاتا تو ادھر ادھر کسی سے ادھار لے کر اس کو کھانا کھلا دیتے اور جب کہیں سے اللہ تعالےٰ کچھ بھجوا دیتے تو قرضہ اتار دیتے قرض خواہ اکثر تقاضا کرتے تھے۔ ایک دن کچھ مہمان آ گئے گھر میں تو تھا ہی کچھ نہیں ادھار بھی کہیں سے نہ ملا۔ حیران تھے کہ کیا کریں اچانک ایک لڑکا گلی میں حلوہ بیچتا ہوا نظر آیا آپ نے اس کو آواز دی کہ سارا حلوہ تول کر ان مہمانوں کے آگے رکھ دو۔ اس نے رکھ دیا وہ خوش تھا کہ آج حلوہ جلدی بک گیا لیکن جب رقم کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا صبر کرو ابھی مل جائے گی جب کچھ اور دیر ہو گئی تو وہ رونے لگ گیا اور جب زیادہ دیر ہو گئی تو وہ چلا چلا کر رونے لگا اچانک ایک اللہ تعالےٰ کا بندہ آیا اور کافی رقم آپ کے حوالے کر کے چلا گیا آپ نے حلوہ کی قیمت بھی اس لڑکے کو ادا کر دی اور باقی قرض خواہوں کا حساب بھی صاف کر دیا قرضخواہوں نے کہا کہ ہم پہلے بھی کئی بار آتے رہے اور اپنی رقم کا مطالبہ کرتے رہے لیکن کچھ نہیں ملتا تھا آج اتنا مال کہاں سے آ گیا آپ نے فرمایا "پہلے رونے والا کوئی نہ تھا"

سچ ہے رونے سے تو مخلوق کا دل بھی نرم ہو جاتا ہے۔ بڑے بڑے پتھر دل موم ہو جاتے ہیں اللہ تعالےٰ تو بڑا ہی رحیم و کریم ہے اس کے سامنے رونا اس کی رحمت کو جوش میں لاتا ہے ماں بھی بچے کو روئے بغیر دودھ نہیں دیتی لیکن جب روتا ہے تو ماں سارے کام چھوڑ کر اس کو گود میں اٹھا لیتی ہے اسی طرح بندہ جب تضرع و زاری کرتا ہے اور خدا کے سامنے روتا ہے تو اس کی رحمت اس کو گود میں اٹھا لیتی ہے، قوی ذات جب مغلوب اور شکست خوردہ انسان کی آنکھوں میں آنسو دیکھتی ہے تو اس کے جذبۂ رحم کو جوش آ جاتا ہے۔ انسان کے دل کا اضطرار جب آنسوؤں کر بہہ نکلتا ہے تو غیب سے آنسو پونچھنے والا ہاتھ بھی نمودار ہو جاتا ہے اضطرار کی حالت میں نکلے ہوئے الفاظ کبھی رائگاں نہیں جاتے۔

اے انسان!

تیرا خدا پتھر کی مورتی نہیں ہے کہ تو چلاتا رہے اور وہ سنے ہی نہیں وہ سمیع و بصیر ہے تیرے ظاہر و باطن سے واقف ہے اور تیری ہر حالت کو جانتا ہے تیری ہر پکار کو سنتا ہے اس کو پکار کر تو دیکھ

اگر کبھی دعا قبول نہ ہو تو مایوس نہیں ہونا چاہیئے بلکہ یہ خیال کرنا چاہیئے کہ ہماری آواز میں وہ سوز و گداز پیدا نہ ہو سکا جو اللہ تعالےٰ کی رحمت کو متحرک کر سکے اور ہمیں دعا مانگنے کا ڈھنگ نہیں آیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمہارا رب بڑا کریم اور حیا والا ہے اپنے بندہ سے شرم کرتا ہے کہ جب وہ اس کے سامنے ہاتھ اٹھائے اور وہ ان کو خالی پھیر دے۔

حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق درست ہو جائے تو بندہ کی آواز میں سوز و درد خود بخود پیدا ہو جاتا ہے

بیمار جسم کو غذا کی لذت نصیب نہیں ہوتی اور بیمار روح کو خدا کا نام لینے میں کبھی مزہ نہیں آتا تعلق درست نہ ہو تو مزہ کیسا۔ حق تعالےٰ کے ساتھ تعلق درست ہو تو مصیبت اور پریشانی میں بھی مزا آتا ہے تعلق درست نہ ہو تو نعمتوں کی موسلا دھار بارش میں بھی مزا نہیں آتا۔ ماں کو بچے سے پیار ہوتا ہے

اس لئے اس کی توتلی باتیں اور شکستہ جملے بھی ماں کی روح میں ایک مستی اور کیفیت طاری کر دیتے ہیں جب وہ توتلی زبان سے اماں کہتا ہے تو ماں کا دل محبت سے بھر جاتا ہے کسی دوسرے کی فصیح و بلیغ تقریر سے بھی یہ مستی اور سرشاری پیدا نہیں ہو سکتی لگن ہو تو پکار میں بھی مزہ آتا ہے اور پکار سننے میں بھی مزہ آتا ہے تعلق جہاں بھی ہوگا اپنا اثر ضرور دکھائے گا۔ دل کا خدا کے ساتھ تعلق ہو تو زبان پر اس کا ذکر ضرور آئے گا اور اس کی یاد میں لذت آئے گی۔ سوتیلی ماں کو بچہ لاکھ بار اماں کہہ کر پکارے لیکن اس کی پکار بے اثر رہے گی نہ پکارنے والے کے دل میں کوئی مستانہ جذبہ پیدا ہوگا نہ سننے والے کی سماعت لذت گیر ہوگی۔ پکار وہ متاثر کر سکتی ہے جو دل سے نکلے۔ دل سے نکلی ہوئی صدا کبھی رائگاں نہیں جاتی جذبات میں ہیجان اور طوفان پیدا کر دیتی ہے جب حق تعالیٰ کے ساتھ بندہ کا تعلق درست ہو جائے تو اس کی آواز میں سوز درد خود بخود پیدا ہو جاتا ہے یاد میں بھی مزہ آتا ہے اور پکار میں بھی۔ بچپن ہی پکار خدا کی درگاہ میں قبولیت کا درجہ حاصل

بڑھتا جاتا ہے جو کہتے ہیں دعا قبول نہیں ہوئی انہوں نے دعا مانگی ہی نہیں اگر دعا صحیح طور پر مانگی جائے تو یہ الفاظ زبان پر آ ہی نہیں سکتے کہ دعا قبول نہیں ہوئی رب العلمین اور ارحم الراحمین کے ارشاد اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ میں غور کرو کہ ہماری استدعاؤں کے وقوع و ظہور سے پیشتر ہی پروردگار کی طرف سے قبولیت کا فرمان نافذ ہو چکا ہے اب بھی کوئی اس کو نہ پکارے اور اس کے دروازے پر نہ جائے تو قصور کس کا؟ کتنا بدنصیب ہے وہ انسان جو اس اعلان کو سننے کے بعد بھی خاموش بیٹھا رہے۔

دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے وقت ہم اپنے اعمال کی طرف نہیں دیکھتے

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک چیز کو قبول کرتا ہے۔ ظرف پلید ہو اور مظروف پاک ہو تو کوئی بھی عقلمند آدمی اس کو پینا پسند نہ کرے یہی حال دعا کا ہے دعا کی قبولیت کے لئے نفس کا پاک ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ٹھیک ہو تو دعا فوراً قبول ہوتی ہے جس قدر انقطاع عن الخلق اور رجوع الی اللہ زیادہ ہوگا اسی قدر دعا جلدی قبول ہوگی۔

انسان اپنی پیدائش میں ہی نہیں بلکہ اپنے بقاء و قیام میں بھی اپنے خالق اور اپنے رب و قیوم خدا کا ہر وقت اور آن دست نگر اور محتاج ہے اور ضرورت پیش آنے پر فوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیتا

واپس آ رہی ہوں۔ عورت کے چلے جانے کے بعد ان کے ہمسایہ کا لڑکا وہاں آنکلا اور تھوڑی دیر تک اس لڑکے کے ساتھ کھیلتا رہا کھیلتے کھیلتے تیز کلامی تک نوبت پہنچ گئی اور ہمسایہ کے لڑکے نے اس لڑکے کو اٹھا کر نالی میں پٹخ دیا اس کے سارے کپڑے کیچڑ میں لت پت ہو گئے اور وہ رونے لگ گیا تھوڑی دیر کے بعد اس کی ماں واپس آگئی اور اس کی حالت دیکھ کر غضبناک ہو کر کہنے لگی یہ کیا کر دیا کیا میں تجھے منع کر کے نہیں گئی تھی کہ کسی کے ساتھ لڑائی جھگڑا نہ کرنا یہ کہہ کر وہ مکان کے اندر چلی گئی اور لڑکا گلی میں ہی کھڑا رہا سامنے سے ایک کلفی بیچنے والا آ نکلا لڑکے کو نہ رونا یاد رہا اور نہ اپنی ماں کی نافرمانی کا خیال رہا فوراً اندر دوڑا اور کہنے لگا اماں! ایک آنہ دے دو کلفی لینی ہے۔

بعینہ یہی حالت ہم میں سے اکثر کی ہے۔ دن رات خدا کی نافرمانیوں میں ..... مصروف رہتے ہیں قالب پلید کھانا حرام کا پینا حرام کا زبان حرام کے لقمہ سے تر لیکن جب کسی مصیبت اور پریشانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو فوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیتے ہیں اور التجا یہی کرتے ہیں کہ ہماری ہر حاجت پوری ہو جائے اور جو کچھ ہم مانگتے ہیں

(۳)

سورۃ الصف (پ ۲۸)

از امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

غازی خدابخش اچھروی و شیخ بشیر احمد بی اے سمن آبادی

آیت ۶:- وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝

ترجمہ! اور جب عیسےٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل بے شک میں اللہ کا تمہاری طرف رسول ہوں تورات جو مجھ سے پہلے ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہو گا پس جب وہ واضح دلیلیں لے کر ان کے پاس آگیا تو کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے۔

جیسے موسےٰؑ نے جہاد کی بنیاد ڈالی اور صفیں باندھ کر دشمن سے لڑنے کا طریق شروع کیا اس کو قائم رکھنے والے انبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پیدا ہوتے رہے موسیٰؑ اور حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان حضرت عیسےٰ ابن مریم ایک بڑے اولو العزم نبی آئے جن کے ذریعے سے بائیبل کی اشاعت ہوئی وہ عیسےٰ ابن مریم اور ان کے حواری ہیں۔

بنی اسرائیل میں شاندار حکومت کا مرکز پیدا کرنے کا درجہ طے ہو چکا ہے اب اگر بنی اسرائیل کے سوا دوسری قومیں بھی اپنا ایمان اور فکر اس طرح کا بنالیں تو وہ بھی اس برکت کی مستحق ہو سکتی ہیں اور بنی اسرائیل کے ساتھ حکومت میں اشتراک پیدا کر سکتی ہیں مگر موسےٰؑ کے اتباع یعنی یہود اسے قبول نہیں کرتے

اس تحریک میں عیسیٰؑ کا مقام

حضرت عیسےٰ نے اس تحریک کو عالمگیر بنانے کی کوشش کی مگر یہود ان کے روبرو اس بات پر آمادہ نہ ہوئے۔ بایں ہمہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریین نے اپنا سلسلہ قائم رکھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بائبل دنیا کی تمام قوموں میں پھیل گئی ہر قوم کے مفکرین کو جنہوں نے بائبل کے اصول کو مان کر اس تحریک میں حصہ لینا چاہا مسیحؑ کے حواریوں نے ان کو مساوی درجہ دیا نتیجہ یہ ہوا کہ قوموں کی قومیں عیسائیت میں داخل ہونے لگیں اور پھر ان میں بھی حکومت آگئی اسی طرح مسیحؑ نے تورات کو بین الاقوامی اشاعت میں خاص حصہ لیا ان کی نبوت بھی بنی اسرائیل میں ایک مستقل شان رکھتی ہے۔

حضرت مسیحؑ کی پیشگوئی دربارہ فارقلیط

مسیحؑ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ جیسی بین الاقوامی حکومت توراۃ کے اصول پر بننی چاہیئے وہ ان کے حواریوں کی کوشش سے نہیں بن سکے گی بلکہ اس کے لئے بنی اسماعیل میں سے ایک نبی پیدا ہو گا وہ اسے مکمل کرے گا اس لئے انہوں نے اپنے حواریوں کو وصیت کی کہ تم اپنا کام جاری رکھو تا آنکہ فارقلیط تمہارے پاس آجائے میں جا رہا ہوں میرے گئے بغیر نہیں آئے گا میں اسے بھیجوں گا وہ میری بات کہے گا جو کام خدا کرتا ہے میں تمہیں اپنے نام سے کہتا ہوں یعنی بھیجے گا تو اسے خدا ہی تمہارے لئے ایک وجہ تسلی ہے کہ جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے وہ آکر اس کی تصدیق کرے گا تو تم اپنے کام کو اطمینان سے جاری رکھ سکو گے۔

حضرت مسیحؑ اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کام میں نقطۂ اشتراک بین الاقوامی حکومت ہے مسیحؑ کے حواری تورات کی تعلیم کو بین الاقوامی اشاعت دیدیں گے مگر اس کی حکومت قائم کرنے کے لئے جتنے حوصلے اور طاقت کی ضرورت ہے وہ یہ حواری پیدا نہیں کر سکیں گے۔ اس کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسماعیل میں مبعوث ہوں گے اور اپنی قوم سے طاقت پیدا کریں گے جو اسی حکومت کی پشتیبانی کرے گی۔

حضرت مسیحؑ کا شاندار کارنامہ

حضرت مسیحؑ نے توراۃ کے علم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ملاتے میں بڑے شاندار واسطے کا نام دیا ہے اگر وہ توراۃ کی تعلیم کو بین الاقوامی طاقتوں میں منتشر نہ کر سکتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بین الاقوامی حکومت پیدا کرنا آسان نہ ہوتا ممکن تھا کہ جیسے بنی اسرائیل میں موسیٰؑ کے ساتھیوں نے تعلیم پانے کے بعد اسے محدود کرایا ایسے ہی بنی اسماعیل بھی پوری طرح تیار ہونے کے بعد اپنے مشن کو محدود کر دیتے مگر چونکہ توراۃ کی تعلیم حضرت مسیحؑ کے توسط سے عام طور پر پھیل چکی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو دوسری قوموں کی معاونت اس حد تک حاصل ہو گئی کہ وہ تورات کے فکر سے جسے بنی اسماعیلؑ حکومت میں لانا چاہتے تھے آشنا ہو چکی تھی اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کے لئے بین الاقوامی حکومت پیدا کرنا نسبتاً آسان ہو گیا

یہودی علماء کی کور باطنی

اب اگر تورات کے عالموں کو جہاد کے متعلق بصیرت حاصل ہوتی تو وہ دوسری قوموں کی اس ذہنیت سے کہ وہ تورات پر اپنے نظریات درست کر چکے ہیں فائدہ اٹھاتے مگر یہودی اس درجے کے فراخدل نہیں تھے کہ ان کی مثال ہندوستان کے برہمنوں اور بنی اسماعیل کے بعض فرقوں میں پائی جاتی ہے۔ مصدقا لما بین یدی من التوراۃ

یعنی میں بالتسلسل اس حصّے کو جسے عہد قدیم کہا جاتا ہے ٹھیک مانتا ہوں مگر اسے دوسری قوموں میں پھیلانا چاہیئے یہ کام میں اچھی طرح سرانجام دے سکتا ہوں پس میری بات سنو اور مانو۔ مگر میں تم میں یہ قابلیت نہیں پاتا کہ تم اس بین الاقوامی تعلیم کی خلافت پیدا کر لو گے۔

ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد ط

پیشگوئی کی تحریف

میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ایک رسولؐ آئے گا جو میرے کام کی اساس پر بین الاقوامی خلافت پیدا کرے گا اس کی بنیاد تورات ہو گی اس نبی کا نام احمد ہو گا یعنی فارقلیط کا ترجمہ ہے آگے تحریف کر کے یہود نے اس کے ہجے بدل دیئے اور اس کا ترجمہ تسلی دینے والا وغیرہ کر دیا یہ یہود کی عام عادت ہے یہ لوگ الفاظ کے ہجوں میں تھوڑی سی تبدیلی کر کے

انہیں دوسرے معنوں میں استعمال کرتے رہے ہیں جس معنی کو نہیں بدلنا چاہتے اس میں دوسری قرأت پیدا کر کے اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں۔

مولوی محمد حسین بٹالوی نے "اشاعت السنۃ" میں فارقلیط پر سیر حاصل بحث کی ہے اور دکھایا ہے کہ کیسے اس کے ہجے بدلے گئے اور کیا کیا معنی پہنائے گئے اس سے پہلے مولانا رحمۃ اللہ صاحب مہاجر مکی رح اس لفظ پر بحث کر چکے ہیں موجودہ اناجیل میں یہ مسئلہ بالکل صاف نظر آتا ہے اس حصے پر سر سید احمد خاں نے "خطبات احمدیہ" میں بہت اچھی بحث کی ہے

فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

یہود کی غلطی

وہ احمد آگیا تو یہود اس کا انکار کرنے لگ گئے اور کہنے لگے کہ بین الاقوامی حکومت کیسے بن سکتی ہے؟

یہ کوئی جادو ہے؟ حکمران تو ایک ہی ہوگا اور وہ ہم میں سے ہوگا ہم ابراہیمؑ اور داودؑ کی نسل سے ہیں پس بادشاہ ہمیشہ ہمارا ہی ہوگا ہم کسی دوسرے کی بادشاہی قبول نہیں کر سکتے اس میں ان کی غلطی یہ ہے کہ حکومت اصل میں قانون کی ہوتی ہے یا شخص کی؟ اگر قانون کی حکومت ہے تو دوسری قوم سے لوگ بھی بادشاہ بن سکتے ہیں بشرطیکہ اس قانون کو چلائیں پھر یہود کا اصرار کہ ہمارے سوا کوئی بادشاہ ہو ہی نہیں سکتا ٹھیک نہیں

پیغمبر علیہ السلام کی وصیت حجۃ الوداع میں

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن حکیم کی بادشاہی کی دعوت دی اور اس کو قائم کر دکھایا اور اپنے بعد جو چیز چھوڑ گئے ہیں وہ فقط قرآن ہے حجۃ الوداع میں جو خطبہ دیا وہ مسلم کی حدیث میں صاف موجود ہے آپ نے فرمایا میں تم میں ایک چیز چھوڑے جاتا ہوں اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑے رہوگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اس سے آگے فرمایا کہ وہ القرآن ہے ایک اور موقع پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر تمہارا امیر چھوٹے سر والا حبشی ہو مگر یقودکم بکتاب اللہ فاتبعوہ۔ یہ ہے وہ کام جو احمد مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کر گئے تمام دنیا کی قومیں اس کی تعریف کریں گی تورات کا قانون صحیح تھا اسے تمام قوموں میں جاری کر دکھایا۔

روایت الائمۃ من القریش

جیسے یہودیوں میں یہ فکر تھا کہ ہمارے سوا کوئی بادشاہ نہیں ہونا چاہئے ویسے ہی قریش بھی ایک جماعت تھی اور اب تک ہے پہلا دور قریش کی حکومت کا یقیناً گزر چکا ہے اس لئے مسلمانوں میں الائمۃ من القریش کا فقرہ مسلمانوں کے ذہنوں میں راسخ ہوگیا ہے یہ حدیث کس درجے کی صحیح ہے اس سے ہم بحث نہیں کرتے مگر یہ متفق علیہ تاریخی حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بغداد کے خاتمے تک قریش ہی کی سرداری رہی اس پانسو برس کی مدت میں جو چیز علماء و حکماء اور سیاسی جماعتوں میں مسلّم رہی وہ یہی ہے کہ امامت قریش کی ہے لیکن بعض لوگوں نے اسے مستقل قانون ہی بنا لیا ہے ایک زمانے کے لئے یقیناً قانون تھا لیکن جو لوگ اسے مستقل قانون کا درجہ دیتے ہیں ان کی ذہنیت یہود کی ذہنیت کے مشابہ ہے ان لوگوں کا فکر یہ ہے کہ قرآن پر عمل کرنے والی جماعت خواہ حبشہ سے پیدا ہو یا ایران سے ہند سے پیدا ہو یا یورپ سے امامت ہر صورت میں قریش ہی کے لئے مخصوص ہے۔

حکومتوں میں طاقت قومی فوج کے زور سے ہوتی ہے جب امیر ایسا ہو کہ فوجی طاقت طبعی طور پر اس کی معاونت نہ کرتی ہو تو اس انمل جوڑ سے کبھی مضبوط حکومت دنیا میں چل نہیں سکتی۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ جس قوم میں قرآن کی حکومت چلانے کی اہلیت ہے اور جس کی قومی فوج اس کی تائید کے لئے تیار ہے اس میں سے امیر بھی ہوگا جو قرآن کی حکومت چلائے گا۔ اس کے بعد تمام مسلمانوں کو اس امیر کی اطاعت کا حکم اور قریش کو بھی اس امیر کی تابعداری کرنی چاہئے تب رسول اللہ کا مشن دنیا میں کامیاب سمجھا جائے گا۔

جب ہم حدیث پڑھ چکے تو الائمۃ من القریش پر ہمیں اطمینان تھا مگر ہمارے استاد دولت عثمانیہ کے خلیفہ کی تائید سکھلاتے تھے اس سے ہمیں شبہ پیدا ہوا۔ کہ یہ تو قریش نہیں ہیں ان کی اطاعت کیوں کی جائے ہم نے اپنے استاد سے پوچھا انہوں نے جواب دیا کہ اگر قریش میں حکومت سنبھالنے کی اہلیت نہ ہو تو کیا پھر بھی الائمۃ من القریش ہوں گے؟ ہمیں بات سمجھ میں آگئی اب ایک مثال سے واضح کرتے ہیں۔

ایک مثال

حدیث میں ہے کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اب ایک ایسا شخص فرض کرو جسے فاتحہ نہیں آتی تو فقہ حنفی میں طے شدہ مسئلہ ہے کہ وہ قرآن حکیم کی کوئی سورت پڑھ لے گا تو اس کی نماز ہو جائے گی چونکہ یہ مسئلہ ہمارے ذہن میں راسخ تھا اس لئے استاد کے مختصر جواب سے سب کچھ سمجھ میں آگیا۔

بقیہ :- اللہ تعالے مستجیب الدعوات ہے

دعا قبول کر لے۔

(۸) ان دعاؤں کے ساتھ دعا کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں

(۹) دعا کی قبولیت کا یقین رکھ کر دعا کرنا

(۱۰) کسی ناجائز چیز کے لئے دعا نہ کرنا

(۱۱) اپنی ساری حاجات اللہ تعالے سے طلب کرنا اور مخلوق پر بھروسہ نہ کرنا

(۱۲) دعا کے آخر میں آمین کہہ کر دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرنا

اگر دعا کے قبول ہونے میں دیر ہو جائے تو یہ کبھی نہ خیال کرنا چاہئے کہ میں نے دعا کی تھی اب تک قبول کیوں نہیں ہوئی۔ بندہ کا کام ہے مانگنا قبولیت مالک کے اختیار میں ہے۔

زیاں کاری سے بچو

محمد شفیع عمرالدین (ٹھٹہ)

اللہ تعالےٰ نے فرمایا:-

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝ (الشمس آیت ۹، ۱۰)

ترجمہ! بے شک وہ کامیاب ہوا جس نے اپنی روح کو پاک کر لیا اور بے شک وہ غارت ہوا جس نے اس کو آلودہ کر لیا۔

یعنی

اس مقام پر آخرت کو کامیاب اور ناکامیاب ہونے والوں کا ذکر ہے۔

کامیاب

وہ خوش نصیب ہوگا جس نے اپنے آپ کو گناہوں سے بچائے رکھا شریعت کے احکام پر چلا، اور اپنے نفس کو احکام اللہ اور احکام الرسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کا خوگر بنایا۔ بداخلاقی اور کمینہ پن سے دور رہا۔ یہی طریقہ ہے روح پاک کرنے کا۔

ناکامیاب

وہ سیاہ بخت ہوگا جس کی روش اس دستور العمل کے برعکس رہی۔ جس نے اپنے نفس کو گناہوں میں پھنسا کر آلودہ کر لیا۔ شریعت کے احکام کے مطابق چار روزہ زندگی بسر نہ کی اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو پس پشت ڈالے رکھا

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ ۝

قوم ثمود کا واقعہ

اب مذکورہ بالا حقیقت کو ثمود کا واقعہ پیش کر کے بالکل واضح فرما دیا۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَا ۝ (الشمس آیت ۱۱)

ترجمہ! ثمود نے اپنی سرکشی سے (صالح ع) کو جھٹلا دیا تھا۔

حالانکہ اللہ تعالےٰ نے قوم ثمود کی ہدایت کے لئے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا۔

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا (ھود آیت ۶۱)

ترجمہ! اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ آپ نے انہیں توحید کی دعوت دی تھی۔

قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۝ (ھود آیت ۶۱)

ترجمہ! میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں

آپ نے انہیں محسن اور منعم حقیقی کا احسان یاد دلایا کہ اس کی طرف رجوع کریں

هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا (ھود آیت ۶۱)

ترجمہ! اسی نے تمہیں زمین سے بنایا اور تمہیں اس میں آباد کیا۔

یعنی

یعنی اول آدم (علیہ السلام) کو مٹی سے پیدا کیا پھر زمین سے غذائیں پیدا کیں جن سے نطفہ وغیرہ بنتا ہے جو مادہ ہے آدمی کی پیدائش کا (حضرت مولانا عثمانی رح)

احسان یاد فرما کر ہدایت فرمائی۔

فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ۝ (سورہ ھود ۶۱)

ترجمہ:- پس اس سے معافی مانگو پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ بے شک میرا رب نزدیک ہے قبول کرنے والا

یعنی

جب وہ ایسا منعم و محسن ہے تو چاہیئے آدمی اس کی طرف ایمان و طاعت کے ساتھ رجوع کرے اور

کفر و شرک وغیرہ

جو گناہ کر چکا ہے ان سے معافی چاہے وہ ہم سے بالکل نزدیک ہے ہر بات سنتا ہے اور جو توبہ استغفار صدق دل سے کیا جائے اسے سن کر قبول کرتا ہے" (حضرت مولانا عثمانیؒ)

معجزے کا ظہور

قوم نے کہا اگر پتھر کی چٹان میں سے ایک حاملہ اونٹنی نکال دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ یہ فرمائشی معجزہ بھی پورا ہوا

قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً

(الاعراف ۔ آیت ۷۳)

ترجمہ! یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے نشانی ہے

تنبیہ

اور اس اونٹنی کے بارے میں تنبیہ فرما دی

فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (الاعراف آیت ۷۳)

ترجمہ! سو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے بری طرح سے ہاتھ نہ لگاؤ۔ ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑے گا۔

یعنی

یہ اونٹنی خدا کی قدرت اور میری صداقت کی نشانی ہے، جو میری دعا پر غیر معتاد طریقہ سے خدا نے پیدا کی۔ اس کے حقوق کی رعایت کرو۔ مثلاً خدا کی زمین میں مباح گھاس کھانے اور اس کی باری میں پانی پینے سے نہ روکو۔ غرض خدا کے اس نشان کے ساتھ جو تم نے خود مانگ کر حاصل کیا ہے برائی سے پیش مت آؤ۔ ورنہ تمہاری خیر نہیں" (حضرت مولانا عثمانی رح)

قوم کی ناعاقبت اندیشی

(۱) فَكَذَّبُوْهُ ۝ پس انہوں نے صالح علیہ السلام کو جھٹلایا۔

(۲) فَعَقَرُوْهَا ۝ اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔

ناعاقبت اندیشی کا وبال

فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝

(الشمس آیت ۱۴ ، ۱۵)

ترجمہ! پھر ان پر ان کے رب نے ان کے گناہوں کے بدلے ہلاکت نازل کی۔ پھر ان کو برابر کر دیا اور اس نے ان کے انجام کی پرواہ نہ کی۔

یعنی

حضرت صالح (علیہ السلام) نے فرمایا تھا وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اس اونٹنی کی برائی سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ سخت دردناک عذاب میں پھنس جاؤ گے)، ان لوگوں نے اس بات کو جھوٹ سمجھا۔ پیغمبر کی تکذیب کی اور اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا۔ آخر وہی ہوا جو حضرت صالح نے کہا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے سب کو مٹا کر برابر کر دیا

بقیہ: شہادت حسین رض کا فلسفہ

یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ کوئی زبردست جذبہ تھا جس نے آپ کو ان مصائب کے برداشت کرنے پر مجبور کر دیا تھا اور جاہ و مملکت دنیوی آپ کی غرض ہرگز نہ تھی اس لئے اگر ایسا ہوتا تو بیعت یزید کر کے خود آرام کی زندگی بسر کر سکتے تھے۔

یزید کا پہلے سے فوجوں کا منظم کرنا، انتظامات جنگ، ہمدردان حسین رض مختار وغیرہ کو پہلے سے مکر و حیلہ سے قید کر لینا، یہ باتیں پتہ دیتی ہیں کہ اس نے حسین رض کو عظیم المرتبت ہستی سمجھتے ہوئے محض اپنی خواہش نفس کو پورا کرنے کے لئے اس گناہ عظیم کا ارتکاب کیا اور دین و دنیا کا نقصان کیا — خود اس کی زبان کے کلمات اس کے ضمیر کو ظاہر کرتے ہیں کہ "بنی ہاشم نے ایک کھیل کھیلا تھا جس کو ہم نے بگاڑ دیا"

حضرت امام حسین رض نے مسلمانوں کو تقویٰ کا بے نظیر سبق دیا ہے جس پر خدا خود سورۂ فجر میں نازاں ہے۔ ملائکہ آپ کے صبر کو دیکھ کر بیتاب ہو گئے۔ جہاں میں اس واقعہ سے تہلکہ مچ گیا۔ عقلائے عالم غیر مسلم تک کہہ اٹھے کہ رستم کا نام بہادری کے موقعہ پر وہی لے گا جو حسین رض سے ناواقف ہے مثل مشہور ہے کہ دشمن چاروں طرف ہیں لیکن حسین رض کے دشمن آٹھ طرف تھے۔ چاروں طرف تو افواج یزید، اور دو دشمن بھوک و پیاس اور ایک تمازت دگرمی، آفتاب اور عرب کی جلتی ریت، لیکن ان دشمنوں کے نرغہ میں حسین رض نے قدم قدم پر تقویٰ کا سبق دیا۔ ان مصائب کی گھنگھور گھٹا میں عبادت الٰہی بالخصوص نماز جو دین کا رکن اعظم ہے اس میں کمال توجہ اور اہتمام سے کام لیا، پانی کی نایابی کے باوجود آپ کی عبادت ترک نہ ہوئی تیمم سے نماز معہ ہمراہیاں کئی وقت کی ادا کی۔

برابر کا بھائی عالم غربت میں چھٹ گیا حسین رض نے کوئی کلمہ شکایت زبان سے نہ نکالا بجز اس کے کہ اے بھائی تمہارے مرنے سے حسین رض کی کمر ٹوٹ گئی اور چارہ وراہ کی تدبیر بند ہو گئی۔ کڑیل جوان فرزند شبیہ پیغمبر علی اکبر کو اعدائے دین نے قتل کر ڈالا امام حسین رض نے صبر کیا ہاں جب اس نوجوان نے اجازت میدان قتال چاہی تو اس وقت امام رض نے اپنے جذبات اس طرح ظاہر فرمائے

خداوندا! تو ان اشقیاء کے ظلم پر گواہ رہیو کہ اب وہ لڑکا مرنے جاتا ہے جو تیرے رسول ص کی سیرت و صورت، رفتار و گفتار میں مشابہ ہے، بار الٰہا! جب ہم تیرے رسول کی زیارت کے مشتاق ہوتے تھے تو اس نوجوان کو دیکھ لیا کرتے تھے۔

علی اکبر اجازت لے کر لڑائی کے میدان میں گئے خاندانی بہادری دکھا کر پھر علی اکبر اپنے والد ماجد کے پاس آئے اور پانی طلب کیا پھر دوبارہ میدان قتال میں گئے اور تھوڑی دیر بعد آواز آئی ابا جان! میری خبر لیجئے۔ امام حسین رض کو بے شمار صدمات کے سبب جہان آنکھوں میں سیاہ نظر آتا تھا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا افتاں و خیزاں حسین رض لاشہ فرزند کڑیل جوان پر پہنچ گئے اور یہ کہتے جاتے تھے "اے بیٹا! تیرے بعد اس دنیا اور زندگانی پر خاک ہے۔

امام رض نے علی اکبر کا سر اپنے زانو پر رکھا ہی تھا اور فرزند کا آخری دیدار ہو رہا تھا کہ امام حسین رض نے اپنی بہن زینب کو میدان میں آتے دیکھا امام موصوف نے اپنے فرزند کا سر زانو سے اتار کر زمین پر رکھ دیا اور اٹھے اپنی عبا کا سایہ کیا اور نہیں معلوم کس انداز اور کن الفاظ میں بہن کو سمجھایا اور خیمہ تک پردہ کے اہتمام کے ساتھ پہنچایا

اس سے ثابت ہو گیا کہ امام حسین رض کا مقصود نشر شریعت تھا اور سختی کے ساتھ پابندی کر کے دنیا کو دکھانا تھا اور یہ بتانا مدنظر تھا کہ اتباع قرآن و رسول یہ ہے دیکھو کسی وقت بھی اطاعت الٰہی سے منہ موڑنا نہیں چاہیئے

امام حسین رض کے اس طرز عمل نے سوکھے ہوئے شجرۂ اسلام میں اپنے اور اپنے اعزہ و اعوان و انصار کے خون سے خوب آبیاری کی اور جب ہی سے یہ پھلا پھولا، ورنہ آج اسلام کا کوئی پیرو نظر نہ آتا نہ کوئی اس کا نام لیوا ہوتا۔

شہادت حسین رض نے ہمکو کیا سکھایا؟

برادران اسلام! دنیا میں بہت سے مظلوم اور شہید گزرے مگر نواسۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مظلومیت اور شہادت کی نوعیت بالکل جداگانہ ہے آپ کی ذات جامع الکمالات پر کمال شہادت کا خاتمہ ہو گیا۔ شہادت عظمیٰ کا نورانی تاج سید الشہداء حضرت امام عالی مقام کے فرق اقدس پر ہمیشہ کے واسطے رکھ دیا گیا اسی شہادت نے دین نبی ص کی صداقت کا سکہ تمام عالم میں بٹھا دیا، اسی شہادت نے اسلامی صداقت کا نقش جما دیا، اسی شہادت نے اسلام کی عظمت کا نظارہ چار وانگ عالم میں دکھا دیا، اسی شہادت نے غیر مسلموں تک کو اسلام کا ہمدرد بنا دیا، اسی شہادت نے منکروں سے اسلام کی برتری کا سکہ جہان سے منوا لیا، اسی شہادت نے حق کا نور دنیا میں پھیلا دیا، اسی شہادت نے باطل کا چراغ ہمیشہ کے واسطے گل کر دیا، اسی شہادت نے دین کا عملی سبق پڑھا دیا، اسی شہادت نے حق و باطل کے درمیان ایک ایسی حد فاصل اور سد فارق قائم کر دی جو کسی یاجوج صفت کے گرانے سے گر نہیں سکتی اور کسی ماجوج منش کے ہلائے ہل نہیں سکتی اسی شہادت نے اسلام کے قالب میں ایک نئی روح پھونک دی

یہ وہ شہادت ہے جو ہم کو صبر و شکر استقلال و استقامت، ہمت و دلاوری شجاعت و بہادری، عزم بالجزم، ثابت قدمی، اتفاق و اتحاد، اخلاص و محبت، ہمدردی و الفت علو ہمتی و رقیق القلبی، راسخ الاعتقادی و حق شناسی، رضا بقضائے الٰہی، پابندی فرائض وقتی، دلیری و وفاداری راستبازی و صداقت جوش مذہبی، غیرت دینی اور حمیت اسلامی و اخوت اسلامی، اخلاق فاضلہ کا سبق پڑھاتی ہے اور بہترین عمل ہمارے سامنے پیش کرتی ہے کیا تاریخ عالم میں کوئی ایسا انسان پیش کیا جا سکتا ہے کہ جس کی زندگی کے حالات و واقعات ہر حیثیت اور ہر طبقۂ انسانیت کے لئے رہبر کامل کا کام دے سکے؟

حضرت امام حسین رض گو سن رسیدہ تھے۔ ضعیف و ناتواں تھے لیکن ان کو اس کا کچھ غم نہ تھا کیونکہ حضرت علی اکبر جیسا جوان اور حسین اور ہمشکل پیغمبر فرزند، حضرت قاسم جیسا بھتیجا حضرت عباس جیسا بھائی رکھتے تھے یہ استواری اور توانائی کے اسباب تھے، دلچسپی کے لئے ننھا سا علی اصغر پیارا بیٹا موجود تھا لیکن اہ وہ کیسی گھڑی تھی جب حضرت امام حسین رض کا یہ ترو تازہ اور ہرا بھرا باغ آپ کی آنکھوں کے سامنے لوٹا اور پامال کیا گیا مگر آپ کھڑے دیکھتے رہے زبان سے اف تک نہیں نکالا، لب نہیں ہلایا اور پائے صبر و رضا میں ذرا جنبش نہ آنے دی اور یہی ہے خصوصیت ہے شہادت حسین رض کی، سارا کنبہ آنکھوں کے سامنے کٹ گیا سوائے ایک طفل بیمار کے کوئی باقی نہ رہا جس سے بقائے نسل کی امید ہو، اس پر بھی قول حق کی حمایت کرنا اور مرنے کو تیار ہو جانا حضرت امام صاحب کی خصوصی شہادت کا ثبوت ہے۔

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بھی امام حسین رض کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین (اللھم اھدنا الصراط المستقیم)

نقد ونظر

مشتاق حسین بخاری

نام رسالہ :- مودودی مذہب
تالیف :- مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہٗ
ناشر :- مکتبہ حنفیہ جہلم
قیمت ۶۵ پیسے صفحات :- ۸۰
ملنے کا پتہ :- مکتبہ تعمیر حیات حبیب بنک بلڈنگ اردو بازار لاہور

جناب مودودی صاحب اور آپ کے ہمخیال کتاب کے عنوان پر چیں بجبیں ہوں گے کہ کیا ان کے اعتقادات کو ایک "مذہب" کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے ؟ یا ان کے علماء حق سے اختلاف کو ایک علیحدہ "مذہب" کہا جاسکتا ہے تو اس کا عام فہم جواب "ہاں" ہے۔ فاضل مؤلف نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین و دیگر سلف صالحین کی آراء کا جناب مودودی صاحب کی آراء سے موازنہ کیا ہے ان حقائق کو دیکھ کر کتاب کا عنوان سمجھ میں آجاتا ہے۔ رسالہ مختصر، جامع اور جناب قاضی صاحب کی اصلاحی کتب میں گرانقدر اضافہ ہے۔ رسالہ کی کتابت و طباعت مناسب ہے۔

بقیہ :- زبان کاری سے بچو

جیسے بادشاہاں دنیا کو کسی بڑی قوم یا جماعت کی سزا کے بعد احتمال ہوتا ہے کہ کہیں ملک میں شورش برپا نہ ہو جائے یا انتظام ملک میں خلل نہ پڑے اللہ تعالیٰ کو ان چیزوں کا کوئی اندیشہ نہیں ہو سکتا ایسی کون سی طاقت ہے جو سزا یافتہ مجرموں کا انتقام لینے کے لئے اس کا پیچھا کرے گی (العیاذ باللہ)

حضرت مولانا عثمانی رح

عبرت

ہمیں چاہیئے کہ اس واقعہ سے عبرت پکڑیں اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکام کی خلاف ورزی کرکے اپنی عاقبت برباد نہ کریں (رباقی باقی)

تصحیح :- ۲۲ رمئی ۱۹۶۴ء کی اشاعت خدام الدین صفحہ ۱۸ کالم ۲ میں "حضرت عیسیٰ ؑ نے دشت نوردی کی پڑھا جائے اور اسی مضمون حادثہ کربلا میں جہاں حضرت حسین کا نام تحریر ہے ساتھ رضی اللہ عنہ پڑھا جائے۔ (نائب مدیر)

بقیہ - اداریہ

کی گاڑی کا دوسرا پہیہ ہے وہ شوہر کے اس دکھ میں پریشاں حال ہے غمزدہ شوہر کافی رات گذر جاتی ہے کہ اولاد کی تباہ حالی پر سوچ بچار کرتا رہتا ہے پہلو بدل بدل کر انگڑائیاں لیتا ہے اور نوم سباتا راحت بھری نیند سے محروم ہے۔

کبھی سوچتا ہے کہ اولاد کی سکول لائف کو ختم کردوں اور کسی دستکاری یا ہنر سیکھنے میں ڈالدوں۔ پھر خیال آتا ہے کہ آج کا ہر ہنر بھی تو تعلیم کا محتاج ہے ادھوری تعلم سے ہنر بھی تو ادھورا رہیگا پھر ذہن رسا کو مختلف قسم کی تجارت کی طرف دوڑاتا ہے۔ دیکھتا ہے کہ ہر تجارت سرمایہ طلب ہے بغیر سرمائے کے کوئی کام نہیں بنتا ہرجگہ رشوت کا دیو ڈراتا ہے کبھی ناجائز کی آمیزش کی طرف ذہن جاتا ہے پھر خدا سے ڈرتا ہے اور اس خیال سے باز آتا ہے کہ دنیا اور آخرت دونو خراب ہوں گی کھری کے ساتھ کوئی چیز کو ملاکر بیچنا بھی تو گناہ کبیرہ ہے دنیا کے ساتھ عاقبت کا خوف بھی دامنگیر ہے خیالات آتے ہیں اور جاتے ہیں حتیٰ کہ صبح کا مؤذن دعوت صلوٰۃ فجر دیتا ہے یہ افتاں وخیزاں مسجد کی راہ لیتا ہے وضو کرکے شریک نماز ہو جاتا ہے۔

اس ذکر الٰہی سے قلب میں اطمینان پاتا ہے اور اللہ کا نام لے کر اولاد کو کچھ دین کا سبق دیتا ہے قرآن کا درس دیتا ہے اور اولاد کی اصلاح اسی میں سمجھتا ہے کہ دنیاوی تعلیم کے ساتھ تعلیم دین ...... بھی ضروری تھی جس سے غافل رہا۔ محبت و شفقت سے اصلاح اولاد کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوا واللہ یھدی من یشاءُ جسے چاہتا ہے اللہ ہدایت دیتا ہے۔ ایک سال کی ناکامی کے بعد اولاد نے باپ کی بات گوش ہوش نیوش سے سنی سب سے پہلے اپنے نااہل اور نالائق ساتھیوں سے کنارہ کشی کا پختہ عہد کیا، پھر اخلاق سوز لٹریچر سے تائب ہوا ساختہ پرداختہ

بن ٹھن کر آوارہ پھرنے سے منہ موڑا۔ اپنے محسن اساتذہ کی باتوں پر کان دھر دین کی محبت بھری باتوں سے لو لگائی۔ ہر دن پچھلے دن سے روبہ ترقی نظر آنے لگا۔ باپ نے دیکھا اولاد روبہ اصلاح ہے کمرہمت باندھی اور اسی راستے پر شب و روز گامزن رہا۔ اولاد تھی کہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرنے لگی باپ کی ڈھارس بندھی ماں کی جان میں جان آئی کہ خداوندا! تو ہی کارساز ہے ہمیں تجھ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیئے۔ ہمت مرداں مدد خدا اصلاح اولاد کی توفیق وہی دیتا ہے مایوسی گناہ ہے اس کے گھر میں سب کچھ ہے ہر چیز کے لئے وقت مقرر ہے اعمال کا دارو مدار نیت پر ہے نیت درست ہو تو مخالف اعمال پر بھی جزاء خیر مل جاتی ہے کھونٹا گاڑے اس نیت سے کہ کوئی نمازی اس سے اپنا جانور باندھ کر مسجد میں نماز پڑھ لے اور اس کھونٹے کو اکھاڑتا اس نیت سے کہ کوئی نمازی اندھیرے میں اس سے ٹھوکر نہ کھائے دونوں فعل متضاد ہیں لیکن دونوں گاڑنے والے اکھاڑنے والے کو اس کی جزاء مل گئی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے راہ میں چند نوجوانوں کو دیکھا پوچھا تم کون ہو کہنے لگے ہم متوکل ہیں فرمایا نہیں تم ہٹے کٹے بیٹھو، محض کھانے والے ہو متوکل تو وہ ہے جس نے زمین کو نرم کیا ہل چلایا پھر گھر کی پونجی جتنے دانے تھے وہ بھی اس مٹی میں بکھیر دیئے اب زمین بارانی ہے کھیت کے کنارے پر بیٹھا ہے کہ کب رحمت کا بادل چھم چھم میرے میرے کھیت پر برسے اور میری ہری بھری کھیتی لہلہاتی نظر آئے اب یہ بیٹھا ہوا شخص جو باران رحمت کے لئے دعائیں مانگ رہا ہے متوکل ہے۔ سعی و کوشش بھی خدا کی دی ہوئی توفیق سے نصیب ہوتی ہے اور پھر جو نتیجہ نکلے اسے تقدیر سمجھے اور خدا کا شکر ادا کرے سچ ہے شکر بھی نیکی ہے اور نیکی کرنے والے کو خدا ضرور دیتا ہے کوشش کرنا فرض ہے اور تقدیر پر شاکر رہنا ازدیادِ نعمت کا باعث ہوگا۔

ساری قوم کا معاشرہ بگڑا ہوا ہے "ہمت کرے انساں تو کیا ... ہو نہیں سکتا" ہمت سے کام لیں خدا قوم کو ضرور موجودہ مصائب والام سے نجات دے گا۔

بقیہ:- مسیحی اعتراضات کے جوابات ص۳ سے آگے

فرمایا کہ ہر مخلوق اللہ تعالےٰ کے کلمہ (حکم و امر) سے پیدا ہوئی :-

اِنَّمَا اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۝ (پ۲۳ یٰسین ۳۶ ع۸۲)

اس کا حکم یہی ہے کہ جب کسی چیز کو کرنا چاہے تو اُسے کہے ہو جا پس وہ اسی وقت ہو جائے۔

جیسے ہر مخلوق اللہ تعالےٰ کے کلمہ (امر و حکم) سے پیدا ہوئی ویسے ہی حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی کلمتہٗ فرمایا اس کا یہی مفہوم ہے کہ حضرت مسیح ؑ بھی مخلوق ہیں اور ان میں الوہیت کی کوئی صفت نہیں۔

کلمات الٰہیہ کے متعلق ارشاد ہے :-

قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِہٖ مَدَدًا

(پ۱۶ الکہف ۱۸ ع۱۰۹)

کہو اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے (لکھنے کے) لئے سیاہی بن جائیں تو سمندر ختم ہو جائے گا قبل اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں اگرچہ ہم ویسا ہی سمندر اس کی مدد کو لے آئیں۔

ثابت ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہی اللہ تعالےٰ کا کلمہ نہیں بلکہ کلمات ربانیہ بے عدو شمار ہیں۔ پس یہ حضرت مسیح کی خصوصیت نہیں جس سے الوہیت مسیح ؑ کا غلط استدلال کیا جاتا۔

بقیہ:- خطبہ جمعہ ص۳ سے آگے

مگر جیسے جیسے میل بڑھتا اور جمتا گیا ریاضت کی ضرورت بھی زیادہ ہوتی گئی اور بڑھتی گئی

تصوف کا مقصد

چنانچہ احسان بذات خود کوئی چیز نہیں۔ دل کی ہی صفائی حاصل کرنے کا نام احسان ہے اور یہی تصوف کا مقصد ہے۔ تصوف کا مقصد کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ حدیث جبرئیل میں جو چیز مذکور ہے وہی یہ ہے۔ زمانۂ نبوت سے بُعد (دوری) کی وجہ سے لوگوں کی طبیعتوں میں میل زیادہ ہو گیا جس کی وجہ سے مانجھنے کی ضرورت بھی زیادہ ہو گئی اور اولیاء اللہ نے کتاب و سنت کی روشنی میں قلوب کو مانجھنے کے طریق سوچے جنہیں تصوف کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ درحقیقت قرآن میں جس چیز کو تزکیہ اور حدیث شریف میں احسان کہا گیا ہے اسی کا نام تصوف ہے مقصد سب کا مشترک ہے کہ آئینہ دل صاف ہو جائے اور انسان کا ظاہر و باطن پاک ہو جائے۔

(باقی آئندہ)

بقیہ:- مجلس ذکر ص۲ سے آگے

پہنچ جاتے ہیں۔ اسی طرح اصلاح حال کے لئے دل کی گندگیوں اور خرابیوں کو دور کرنے کے لئے بزرگان دین سے مختلف طریقے ذکر اذکار کے ارشاد فرمائے ہیں۔ سب کا مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے۔ روحانی امراض سے نجات حاصل کرنا ہے۔

اللہ تعالےٰ ہے ہدایت کو ہدایت عطا فرمائے۔ اور ذکر اللہ کی کثرت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

آئینۂ کردار

حضرت ابراہیمؒ بن ادھم سے لوگوں نے دریافت کیا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں۔ ہم اس کو پکارتے تو ہیں لیکن ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ تو فرمایا ـــ تمہارے دل دس وجوہ سے مردہ ہو چکے ہیں ـــ وہ یہ کہ

(۱) تم نے اللہ کو تو پہچانا ہے لیکن اس کا حق ادا نہیں کرتے

(۲) تم قرآن تو پڑھتے ہو لیکن اس پر عمل نہیں کرتے

(۳) تم عاشق رسولؐ تو بنتے ہو لیکن ان کا طریقہ اور سنت چھوڑ بیٹھے ہو

(۴) تم دعویٰ کرتے ہو شیطان سے دشمنی کا لیکن اس سے دوستی نبھاتے ہو۔

(۵) تم بہشت کا دعویٰ تو کرتے ہو لیکن اس کے لئے عمل نہیں کرتے

(۶) تم دوزخ سے تو ڈرتے ہو لیکن گناہوں سے باز نہیں آتے

(۷) تم موت کو تو برحق سمجھتے ہو لیکن اس کے لئے تیاری نہیں کرتے

(۸) تم دوسروں کی عیب جوئی کرتے ہو لیکن اپنے عیبوں کو نظر انداز کر جاتے ہو

(۹) اللہ کا دیا ہوا رزق تو کھاتے ہو لیکن اس کا شکر ادا نہیں کرتے

(۱۰) اپنے مردوں کو دفن تو کرتے ہو لیکن عبرت نہیں پکڑتے ـــ (الا ماشاء اللہ)

(خاموش مبلغ)

بچوں کا صفحہ

توحید باری تعالےٰ

عبد الہادی قلعہ گوجر سنگھ ــــ لاہور

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ○ (البقرہ ۱۶۳ پارہ ۲)

ترجمہ! اور معبود تمہارا معبود ایک ہے نہیں کوئی معبود مگر وہ ہے بخشش کرنے والا مہربان ــ

توحید سے مراد اللہ تعالےٰ کو ذات اور صفات میں واحد ٹھہرانا ہے۔ اس کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک کرنا شرک کہلاتا ہے اور شرک کرنے والے کو مشرک کہتے ہیں۔ ایمان کی پہلی صفت یہی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہی قادر مطلق ہے۔ اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے اس کا کوئی شریک یا ثانی نہیں۔ وہی معبود حقیقی ہے۔

کارخانۂ عالم میں غور کرنے سے خدا کی ہستی میں ذرہ بھر شک نہیں رہتا۔ یہ یاد رہے کہ دین اسلام میں شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ اس عالم کا ذرہ ذرہ اللہ تعالےٰ کی ہستی کا شاہد ہے عقل سلیم بھی توحید میں شک نہیں کر سکتی جس طرح ملکی نظام میں صرف سربراہ مملکت ایک ہی ہوتا ہے اسی طرح اس عالم کا نظام چلانے والا صرف واحد خدا ہی ہے جو تمام جہانوں کا مالک ہے خود اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا

(پ ۱۷ رکوع ۲۶)

ترجمہ! اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا اور معبود بھی ہوتے، تو یہ دونوں کبھی کے برباد ہو گئے ہوتے۔

دنیا میں جتنے بھی پیغمبر مبعوث کئے گئے۔ ان کا اولین مقصد خدا کی توحید کا پرچار تھا اور خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد ہی یہی تھا کہ عرب وعجم صرف خدا واحد کی توحید کا اقرار کرے اسی لئے شرک کی سخت مذمت کی گئی اور اللہ تعالےٰ شرک کے بارے میں قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ○ (پ ۱۵، رکوع ۲)

ترجمہ! مت مقرر کر ساتھ اللہ کے معبود اور پس بیٹھا رہے گا تو مذمت کیا گیا ہلاک میں سونپا ہوا۔

"اللہ تعالےٰ اس گناہ کو بھی معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے مگر اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے گا معاف کرے گا اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا وہ بڑی دور بھٹک گیا"۔

اللہ تعالےٰ نے اس جہان کی ہر چیز صرف انسان کے لئے بنائی اور صرف انسان کو اپنے لئے بنایا تاکہ وہ اسی کی عبادت کرے اور اس کے سوا کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرے، عام مشاہدے کی بات ہے کہ انسان کے سوا تمام مخلوق کو چارے کے سامنے جھکنا پڑتا ہے تاکہ چارہ بآسانی کھا سکیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے انسان کو ہاتھ دیئے تاکہ وہ ان سے کھائے اور کھانے کے سامنے نہ جھکے اور جب سجدہ ریزی کا وقت آئے تو اپنی جبین نیاز کو اس بے نیاز کے سامنے جھکا دے اور اپنی عاجزی اور انکساری کا اعتراف کرے اللہ تعالےٰ کی غیرت یہ برداشت نہیں کرتی کہ حقیقی مالک کے سوا کسی دوسرے کو معبود بنایا جائے۔ پس اے انسان اگر تو غیر اللہ کو اپنا معبود بنا بیٹھا تو تو ہلاک ہو گیا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا معاذ کیا تم جانتے ہو کہ خدا کا حق بندوں پر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا "اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے" فرمایا "خدا کا حق بندوں پر یہ ہے کہ، اس کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ بندوں کا حق خدا پر کیا ہے۔ بشرطیکہ وہ ایسا کریں (یعنی شرک نہ کریں) میں نے عرض کیا "اللہ اور اس کا رسول ہی بخوبی واقف ہیں۔ ارشاد فرمایا "بندوں پر خدا کا حق یہ ہے کہ، ان کو عذاب نہ دے۔" (مسلم)

شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جنہیں سرتاج الاولیاء کہا جاتا ہے۔ آپؒ نے اپنی زندگی خلق اللہ کی رشد و ہدایت میں صرف کر دی تھی۔ نوے ۹۰ برس کی عمر میں انتقال فرمایا رحلت کے وقت ضعف کی وجہ سے آپ کی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ آپؒ کے صاحبزادے نے دیکھا کہ زیر لب کچھ فرما رہے ہیں، کان لگا کر سنا تو فرما رہے تھے "توحید توحید"

الغرض جس نے انسانیت کا جامہ پہنا ہے وہ نہ وجود خدا کا منکر ہو سکتا ہے، اور نہ توحید میں شک کر سکتا ہے۔ متذکرہ اقوال سے ظاہر ہے کہ شرک ایک بہت بڑا گناہ ہے اور مشرک پر جنت حرام قرار دی گئی ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب شرک کی مذمت کی ہے ؎

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات!
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن

اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے فضل وکرم سے شرک سے بچائے اور استقامت نصیب فرمائے (آمین یا الہ العالمین)

یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

(مولانا محمد علی جوہرؔ)

میں کھو کے تری راہ میں سب دولت دنیا
سمجھا کہ کچھ اس سے بھی سوا میرے لئے ہے

اللہ کے رستے ہی میں موت آئے مسیحا!
اکسیر یہی ایک دوا میرے لئے ہے!

کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف!
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے!

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ب/۷ ۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C.B.T. ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

علم رسالت جہاں؟

دعوتِ فکر

● اور جو میرے ذکر (قرآن مجید) سے منہ پھیریگا تو اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی اور قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ کہیگا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا حالانکہ میں بینا تھا فرمائیگا اسی طرح تیرے پاس ہماری آیات پہنچی تھیں پھر تو نے انہیں بھلا دیا تھا اور اسی طرح آج تو بھی بھلایا گیا ہے اور اسی طرح ہم بدلہ دیں گے جو حد سے نکلا اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہیں لایا اور البتہ آخرت کا عذاب بڑا سخت اور دیرپا ہے ——(سورہ طٰہٰ پ۱۶ آیت ۱۲۴)

● اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں سلطنت سونپی پس تم لوگوں میں انصاف سے فیصلہ کیا کرو اور نفس کی خواہش کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹا دے گی بیشک جو لوگ اللہ کی راہ سے گمراہ ہوتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اس لئے کہ حساب کے دن کو بھول گئے (سورہ ص پ۲۳ آیت ۲۶)

خلافت کا چمن

مولانا ظفر علی خاں

لرزہ ہو جاتا تھا طاری کفر کے اندام پر
ابروئے صدیق اکبرؓ پر جو پڑتی تھی شکن

جب عمرؓ کا نعرہ مستانہ ہوتا تھا بلند
نشہ ہو جاتا تھا روما اور ایراں کا ہرن

گنبد خضرا شہادت دے رہا ہے آجتک
پائنتی ہے خواجۂ کونین کی ان کا وطن!

اس میں بوبکرؓ و عمرؓ ہوں یا ہوں عثمانؓ و علیؓ!
سب کی خوشبو سے مہکتا ہے خلافت کا چمن

زندہ و پائندہ ہے وہ دل الیٰ یوم التناد
جس میں ان چاروں کی الفت کا ہے دریا موجزن

لوگ قرآن پاک میں غور کیوں نہیں کرتے کیا اُن کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں

(خاتم [illegible] صلعم)